﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿۔۔۔اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿۔۔۔عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾(بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: نصیر احمد قمر

جلد 25 | جمعۃ المبارک 27 جولائی 2018ء | 13 ذوالقعدہ 1439 ہجری قمری ❁ 27 وفا 1397 ہجری شمسی | شمارہ 30

قرآن کریم پڑھے بغیر نہ سویا کرو

حضرت عبیدہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل قرآن، قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو اور اس کی تلاوت رات اور دن کو اس انداز میں کرو جیسے اس کی تلاوت کا حق ہے اور اس کو خوش الحانی سے پڑھو اور اس کے مضامین پر غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

(الفردوس دیلمی جلد 5 صفحہ 298۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1986ء طبع اول)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

وہ لوگ جو بدبخت ہوئے آخرکار ان پر طرح طرح کی وباؤں سے یا جنگوں اور خونریزی سے آسمان سے عذاب وارد ہوگا۔ اور حضرت کبریاء کی تقدیر کے طور پر ان میں ناگہانی موت اور بھیڑوں کو لگنے والی آناً فاناً ہلاک کر دینے والی بیماری جیسی بیماری کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ زمین پر جنگیں بکثرت ہوں گی۔ ایک جنگ ختم ہوگی تو دوسری شروع ہو جائے گی اور تم ہر طرف سے مرنے والوں کی خبریں سنو گے۔ یہ سب کچھ مسیح کے وجود کی خاصیت کی وجہ سے ہوگا۔

’’پس بلاشبہ جس نے بھی انجیل کی متابعت کرتے ہوئے ہر موقع پر معاف کرنا ہی اپنے پر لازم کرلیا ہو تو بعض حالات میں اس نے بے موقع احسان کیا اور جو تورات کی اتباع میں ہر جگہ انتقام لینا ہی اپنے پر واجب کر لے تو اس نے بے محل قصاص لیا اور نیکیوں کے مدارج سے نیچے گر گیا۔ جب کہ قرآن نے اس قسم کے مواقع پر اس فطری شریعت کی شہادت کی طرف ترغیب دلائی ہے جو قوتِ قدسیہ کے چشمہ سے پھوٹتی ہے اور روح الامین کی طرف سے صاف دلوں کی گہرائی میں اترتی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُہَا فَمَنۡ عَفَا وَ اَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔ [بدی کا بدلہ اتنی ہی بدی ہوتی ہے اور جو معاف کرے اور اصلاح کو مدّنظر رکھے تو اس کو بدلہ دینا اللہ کے ذمّے ہوتا ہے۔ (الشوریٰ :41)] پس تو اس روحانی دقیق نکتہ پر نگاہ کر کہ اس نے کسی جرم پر عفو کا حکم اس شرط سے دیا ہے کہ اس میں نفس کی اصلاح ہوتی ہو ورنہ بدی کا بدلہ کی گئی بدی کے برابر ہے۔ چونکہ قرآن تمام کتابوں کا خاتَم اور اکمل ہے اور تمام صحف سے بہترین اور خوبصورت ترین ہے اس لئے اس نے اپنی تعلیم کی بنیاد معراجِ کمال کی انتہا پر رکھی ہے اور تمام حالتوں میں فطری شریعت کو قانونی شریعت کا ساتھی بنایا تا کہ لوگوں کو گمراہی سے بچائے اور چاہا کہ انسان کو اس مردہ کی طرح بنا دے جو نہ دائیں طرف حرکت کرتا ہے اور نہ بائیں طرف۔ اور خدائے ذوالجلال کی مصلحت کے حکم کے بغیر نہ عفو کا اختیار رکھتا ہے اور نہ انتقام کا۔ پس یہی وہ موت ہے جس کے لئے مسیح موعود کو بھیجا گیا ہے تا ربّ فعال کے حکم سے اس کی تکمیل کرے۔ اور اسی لئے میں نے کہا ہے کہ مسیح موعود لوگوں کو ہست سے نیست کی طرف منتقل کرے گا۔ پس یہ انتقال کی ایک قسم ہے اور اس گفتگو کا تھوڑا سا حصہ گزر چکا ہے۔ اس جلیل القدر تعلیم اور تورات اور انجیل کی تعلیم کے مابین بہت بُعد ہے۔ پس تُو ان لوگوں سے پوچھ لے جنہوں نے دجّال کے وساوس کو قبول کرلیا ہے۔ یقیناً یہ تعلیم اس راہ کی طرف ہدایت دیتی ہے جو سب سے زیادہ معتدل ہے۔ نہ اس میں افراط ہے اور نہ تفریط۔ نہ مصلحت وحکمت کو چھوڑنا ہے اور نہ وقت اور حال کے تقاضے کو نظرانداز کرنا ہے۔ بلکہ وہ فطری شرعی اوامر اور قوتِ قدسیہ کے فتاویٰ کے تقاضوں کے تحت چلتی ہے۔ اور اعتدال سے نہیں ہٹتی۔ اور ازل سے یہ مقدر کیا جا چکا ہے کہ مسیح موعود اس قابلِ تعریف تعلیم کی ویسی اشاعت کرے جیسا کہ اشاعت کا حق ہے تا خوش نصیبوں کو قیامت والی موت سے قبل ہی موت دے دے۔ پس اس موقع پر نیک لوگ کمالِ اطاعت سے مر جائیں گے۔ اور یہ موت صافی اور سلیم دلوں کا ہی نصیب ٹھہرتی ہے۔ وہ فنا کا جام پیتے ہیں اور دوئی کا لبادہ اتار پھینکنے کے بعد بحرِ وحدت میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بدبخت ہوئے آخرکار ان پر طرح طرح کی وباؤں سے یا جنگوں اور خونریزی سے آسمان سے عذاب وارد ہوگا۔ اور حضرت کبریاء کی تقدیر کے طور پر ان میں ناگہانی موت اور بھیڑوں کو لگنے والی آناً فاناً ہلاک کر دینے والی بیماری جیسی بیماری کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ زمین پر جنگیں بکثرت ہوں گی۔ ایک جنگ ختم ہوگی تو دوسری شروع ہو جائے گی اور تم ہر طرف سے مرنے والوں کی خبریں سنو گے۔ یہ سب کچھ مسیح کے وجود کی خاصیت کی وجہ سے ہوگا۔ یقیناً اللہ نے اسے ایک بیج کُن کی طرح اتارا ہے اور یہ اس کی بڑی نشانیوں میں سے اور اس کی ذات کے خواص میں سے ہے۔ پس وہ ان صفات میں مشابہت کے بعض پہلوؤں کے ساتھ آدم کے بالمقابل بھی ہے۔ جہاں تک مشابہت کا تعلق ہے تو وہ پیدائش کی نوعیت میں پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ دستِ قدرت سے آدم سے حوّا ایک توأم (جڑواں) کی طرح پیدا کی گئی۔ اسی طرح مسیح موعود بھی توأم پیدا ہوئے اور اس کے ساتھ ایک لڑکی جنّت نامی بھی پیدا ہوئی جو یوم ولادت سے چھ ماہ بعد وفات پا گئی اور جنت میں چلی گئی۔ جب کہ حوّا فوت نہ ہوئی تا کہ وہ کثرت کا ذریعہ بنے۔ کیونکہ آدم اس لئے ظاہر ہوا تھا تا لوگوں کو عدم سے وجود کی طرف لے آئے۔ اس لئے اس کی جڑواں کا حق تھا کہ وہ زندہ رہے تا تکمیلِ مقصود میں آدم کی مدد کرے۔ اور جہاں تک مسیح موعود کا تعلق ہے تو وہ لوگوں کو زندگی سے موت کی طرف لے جانے کے لئے ظاہر ہوا۔ اس لئے اس کی جڑواں کا یہ حق تھا کہ اسے اس جہان سے منتقل کر دیا جائے تا مطلوبہ ارادہ کے لئے بطور ارہاص ہو۔ پھر آدم جمعہ کے روز پیدا ہوا اور اسی طرح مسیح موعود بھی اس دن کی ایک مبارک گھڑی میں پیدا ہوا۔ پھر آدم چھٹے دن میں پیدا ہوا۔ اور اسی طرح مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا ہوا۔‘‘

....(خطبہ الہامیہ مع اردو ترجمہ صفحہ 214 تا 218۔ شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ اور جلسہ سالانہ کی اغراض و مقاصد

(نعمان ظفر۔ مربی سلسلہ)

دعویٰ مسیحیت کے بعد کے ایام حضرت اقدس کے لئے نہایت ہی مصروفیت کے ایام تھے مخالف علماء ہر محاذ، پر حضور علیہ السلام کے خلاف آگ بھڑکا رہے تھے مگر حضور بڑے استقلال اور ہمت کے ساتھ کوہ وقار بن کر پیغام الٰہی پہنچانے میں مصروف تھے، اس غرض کے لیے آپ نے لمبے لمبے سفر بھی اختیار کئے مگر جہاں حضور عقائد کی جنگ میں شمشیر برہنہ لے کر کھڑے تھے وہاں مبائعین کی تربیت سے بھی غافل نہ تھے چنانچہ حضور علیہ السلام نے ارشاد الٰہی کی بنا پر جماعت احمدیہ کی تعلیم و تربیت، دعوت الی اللہ اور دیگر کئی دینی مقاصد کے پیش نظر 1891ء میں جلسہ سالانہ کی بنیا د رکھی۔ یہ جلسہ 27 دسمبر 1891ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں منعقد ہوا جس میں صرف 75 اصحاب شریک ہوئے۔ اس جلسہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ مضمون ''آسمانی فیصلہ'' پڑھ کر سنایا۔ جس میں مخالف مولویوں کو چار شرائط کے ساتھ مقابلہ کی دعوت دی مگر کوئی مخالف آپ کے مقابل پر کھڑا نہ ہوسکا۔

اس کے بعد 1891ء میں ہی مذکورہ بالا ''آسمانی فیصلہ'' شائع ہوا۔ اس کے ساتھ ہی 30 دسمبر 1891ء کو حضور نے تمام جماعت کو ایک اشتہار کے ذریعہ اطلاع دی کہ آئندہ ہر سال دسمبر کے آخری ہفتہ میں 27، 28، 29 دسمبر کو جماعت کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا کرے گا۔ اور اس اشتہار میں جلسہ کی اغراض و مقاصد کا ذکر کیا اور ان برکات کا ذکر کیا جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔

پہلے جلسہ میں آپ نے مورخہ 30 دسمبر 1891ء کو حسب ذیل اعلان فرمایا:

''تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لیے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر ایک کے لیے بباعث ضعف فطرت یا مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لیے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ ملاقات کے لیے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھیں۔ لہذا اقرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لیے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویّہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ 27 دسمبر سے 29 دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر 1891ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں 27 دسمبر کی تاریخ آجائے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربانی باتوں کے سننے کے لیے اور دعا میں شریک ہونے کے لیے اس تاریخ پر آجانا چاہئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لیے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لیے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے...''

(اشتہار آسمانی فیصلہ)

یہ جلسہ قادیان کی مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ اس کی جو روئداد حضرت اقدس کی کتاب ''آسمانی فیصلہ'' میں درج ہے اس میں اس مجمع کو اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ''جمّ غفیر'' قرار دیا گیا ہے۔ مگر اب وہی جلسہ جس کی بنیاد مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے مقدس ہاتھوں رکھی تھی۔ اس میں ہزارہا کی تعداد میں تمام دنیا سے عاشقانِ زار جمع ہوتے ہیں۔

بفضلِ ایزدی جلسہ ہمارا
برائے تشنگاں ابرِ کرم ہے

سالانہ جلسہ کا آغاز جن مشکلات کے ساتھ ہوا، اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ سلسلہ کے مخالف مولویوں کی طرف سے اس جلسہ میں شمولیت سے روکنے کے لئے جو پراپیگنڈہ کیا گیا اس کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسجد چینیانوالی لاہور کے امام مولوی رحیم بخش نے زور شور سے فتوی دیا کہ ایسے جلسہ میں جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اس وقت کے حالات میں صرف مذہبی اعتبار سے نہیں بلکہ اقتصادی اعتبار سے ہی اس اجتماع کا سلسلہ جاری رہنا بظاہر ناممکن تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی جہاں قدم قدم پر تائید و نصرت فرمائی وہاں پر غیب سے اس مبارک تقریب کے جاری رہنے کے سامان بھی پیدا کر دیے۔ چنانچہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی ؓ کا بیان ہے کہ ''ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں سالانہ جلسہ کے لیے چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا حضور اپنے پاس سے ہی صَرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سالن نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچا دیا۔ دو دن کے بعد پھر میر صاحب نے رات کے وقت میری موجودگی میں کہا کہ کل کے لیے پھر کچھ نہیں۔ فرمایا کہ ہم نے برعایت ظاہری اسباب کے انتظام کر دیا تھا۔ اب ہمیں ضرورت نہیں جس کے مہمان ہیں وہ خود کرے گا۔ اگلے دن آٹھ یا نو بجے چٹھی رسان آیا تو حضور نے میر صاحب کو اور مجھے بلایا۔ چٹھی رسان کے ہاتھ میں دس یا پندرہ کے قریب منی آرڈر ہوں گے جو مختلف جگہوں سے آئے تھے سو سو پچاس روپے کے۔ اور ان پر لکھا تھا کہ ہم حاضری سے معذور ہیں۔ مہمانوں کے صرف کے لیے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں''۔

(ریویو آف ریلیجنز، اردو جنوری 1942ء، صفحہ 44، 45)

پس جہاں ایک طرف ہجوم مشکلات تھا تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنی تائیدات کے نظارے بھی دکھا رہا تھا۔ اور برکات کا یہ سلسلہ اس وقت سے آج تک جاری ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر اشتہار کے ذریعہ آئندہ جلسہ سالانہ کا لائحہ عمل جماعت کے سامنے پیش فرمایا۔ جب آئندہ جلسہ کے دن قریب آگئے تو 7 دسمبر 1892ء کو پھر اشتہار شائع فرمایا۔ اس اشتہار میں آپ نے جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

☆... ''اس جلسہ کے اغراض سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔''

☆... ''پھر اس ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور جماعت کے تعلقاتِ اخوّت استحکام پذیر ہوں گے۔''

☆... ''جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں۔''

پھر حضرت مسیح موعودؑ اس جلسہ کی اہمیت میں بیان فرماتے ہیں کہ:

☆... ''اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کرو۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لیے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں''

اشتہار کے آخر میں حضور علیہ السلام جلسہ سالانہ کے شاملین کے لیے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆... ''بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لیے سفر اختیار کرے خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات و اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہمّ و غم دور فرما دے۔ اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدائے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا، یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ کو ہی ہے۔ آمین ثم آمین''

مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید و افسر جلسہ سالانہ ربوہ پاکستان نے اپنی ایک تقریر کے آخر پر جلسہ سالانہ کے فوائد اور جلسہ کے دنوں میں کثرت سے دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

''حضرت مسیح موعودؑ کے ان فرمودات کی روشنی میں ہمارا یہ جلسہ باہمی تعارف پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ باہمی محبت بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ شامل ہونے والوں کی علمی ترقی، ان حقائق و معارف کے ذریعہ جو جلسہ میں بیان کئے جائیں گے، کا ذریعہ ہے۔ اور ان کی دینی معلومات کو بڑھانے والا ہے۔ دعائیں کرنے کا موقع ہے۔ انسانیت کے لیے، جس کو بہت سے خطرات درپیش ہیں۔ جسمانی تباہی بھی سر پر منڈلا رہی ہے۔ اور گمراہی نے ہر قسم کی بے راہ رویوں اور زیادتیوں نے تو روحانیت کا بیڑا ہی ڈبو دیا ہے۔ دنیا پر انسان اور انسانیت ہماری دعاؤں کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔ پھر ان کے لیے بھی دعائیں جو کہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کے لیے بھی جو زندہ ہیں۔ اپنوں کے لیے دعائیں کرنے کا موقع ہوتا ہے اور دوسری قوموں کی فلاح اور ان کی ہدایت کے لیے بھی دعائیں کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ ذاتی حاجات کے لیے بھی دعائیں کرنے کا موقع اور قومی حاجات کے لئے بھی دعائیں کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ جو لوگ بار بار بین الاقوامی مرکز یا قومی مرکز میں نہیں آسکتے ان کے سال میں ایک دفعہ مرکز آنے کا موقع ہوتا ہے۔ ہر شامل ہونے والا حضرت مسیح موعودؑ کی ان دعاؤں سے حصہ پاتا ہے جو حضور نے اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لیے کیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا اس جلسہ کے اور بھی روحانی فوائد ہیں جو جلسہ کی بنیاد رکھتے وقت سامنے نہیں تھے لیکن وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔''

(بحوالہ احمدیہ گزٹ اگست و نومبر 2000)

محترم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر نے ذیل کے اشعار میں جلسہ سالانہ کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے:

اے شمع دیکھ پھر تیرے پروانے آگئے
بندھن تمام توڑ کر دیوانے آگئے
دریا و بحر و کوہ و بیاباں کو پھاند کر
گر پڑ کے تیرے در پہ ہیں مستانے آگئے
اہلِ زمیں نے چاہا پہنچنے نہ پائیں یہ
اَفلاک سے ملک انہیں پہنچانے آگئے
اڑ کر کوئی پہنچا تو گھٹنوں کے بل کوئی
چاروں طرف سے کیسے خدا جانے آگئے
باندھے رہیں گے خدمتِ اسلام پر کمر
تیرے حضور عہد یہ دہرانے آگئے
دیکھو ذرا نظامِ خلافت کی برکتیں
گرد امام بکھرے ہوئے دانے آگئے

☆...☆...☆

جماعت احمدیہ کے غلبہ کی پیشگوئی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔'' (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

اسرائیل میں احمدی

جمیل احمد بٹ

پاکستان میں ختم نبوت کے نام پر سیاسی مفاد کے حصول کی جاری مہم کے تحت ایک ٹی وی پروگرام میں اظہار کا موقعہ پا کر مذہب کے نام پر سیاست کرنے والی ایک پارٹی کے عہدیدار نے اپنے در پردہ مفادات کی خاطر اور احمدیوں کو زیادہ آسان ٹارگٹ جان کر انکشافات کے نام پر فرّاٹے سے خوب جھوٹ بولے۔ منجملہ اس گھسے پٹے الزام کو بھی دہرایا کہ 'اسرائیل کی فوج میں 800 پاکستانی نژاد قادیانی شامل ہیں'۔

جماعت احمدیہ کے خلاف منافرت پھیلانے کی غرض سے جو خلافِ واقعہ باتیں اکثر کی جاتی ہیں ان میں یہ الزام بھی ہے جس کے جھوٹ ہونے کے لئے یہ حقائق ہی کافی ہیں کہ:

❁...جماعت احمدیہ فلسطین کے مقام کبابیر میں 1928ء میں قائم ہوئی جبکہ اسرائیل 1948ء میں بنا۔

❁...یہ جماعت اول دن سے ہی تمام تر فلسطینی عربوں پر مشتمل تھی اور ہے۔

❁...اسرائیل میں جماعت احمدیہ کے علاوہ دیگر مسلمان بھی شروع سے رہ رہے ہیں۔

❁...یہ مضمون اسرائیل میں احمدیوں کی موجودگی سے متعلق حقائق کو یکجا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس حوالے سے جماعت مخالف پراپیگنڈہ بلا جواز اور خلافِ واقعہ ہے۔

1۔ سیاست کی راہ:

فلسطین میں احمدیہ مشن کے قیام کے 20 سال بعد اس بیشتر علاقے کو اسرائیل کا نام دیا گیا۔ پھر یہاں احمدیوں کی مسلسل موجودگی پر مزید پچیس سال گزرنے کے بعد پہلی بار احمدی مخالف لٹریچر میں ستّر کی دہائی میں اس حوالے سے الزام تراشیوں کا آغاز ہوا۔ جس کا بظاہر پس منظر اس وقت پاکستان میں جاری احمدی مخالف تحریک کو ہوا دینا اور 1974ء کا اسمبلی کا فیصلہ تھا۔ یوں یہ الزام تراشی اسی طرح سیاسی اغراض کے تحت تھی جس طرح 1934ء میں سیاست کی راہ سے پہلی بار جماعت احمدیہ پر انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کا الزام تراشا گیا تھا۔

یہ الزام لگانے والے بھی وہی افراد اور ان کے ہم نوا تھے۔ شورش کاشمیری صاحب نے 'عجمی اسرائیل' اور مولوی محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے 'ربوہ سے تل ابیب تک' جیسے ڈرامائی عنوانات کے تحت ایسے کتابچے شائع کئے اور بکثرت پھیلائے جو جھوٹ کے سہارے محض خیال آرائی کے بل پر لاتعلق واقعات کو جوڑ کر اور الفاظ کو من مانے معنی پہنا کر ریت پر الزامات کی دیوار کھڑی کرنے کی بری مثال تھے۔ ان میں سے ایک پر درج ذیل تبصرہ بجا طور پر دونوں پر صادق آتا ہے۔

'کسی گھٹیا جاسوسی ناول میں جو خصوصیات پائی جا سکتی ہیں وہ بدرجہء اتم اس رسالے میں جمع ہیں'۔

('ربوہ سے تل ابیب تک' پر مختصر تبصرہ از صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب۔ شائع کردہ مکتبہ الفرقان۔ ربوہ۔ جون 1976ء)

ان رسالوں کے ساتھ اُردو اخبارات میں ہوائی خبریں اور مفید مطلب انٹرویو شائع کر کے بھی اس الزام کو ہوا دی گئی۔

2۔ بے بنیاد الزامات

اس الزام کو حسب ضرورت مخالف کتابوں میں اور ویب سائٹس پر دہرایا جاتا ہے اور بہت رنگ آمیزی کے ساتھ یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ

1۔ اس علاقہ میں احمدی مشن اسرائیل بننے کے بعد قائم ہوا۔

2۔ وہاں موجود احمدی پاکستان سے گئے ہیں۔

3۔ یہ پاکستانی احمدی اسرائیلی فوج میں بھی شامل ہیں۔

یہ سب الزامات محض جھوٹ اور بے بنیاد ہیں اور حقائق ان کے برعکس ہیں جیسا کے درج ذیل تفصیل سے ظاہر ہوگا۔

3۔ اسرائیل بننے سے 20 سال پہلے سے احمدی فلسطین میں رہ رہے ہیں

جماعت احمدیہ شروع سے پیغام حق کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشاں ہے۔ اس غرض سے جماعت کے بیرونی مشنز کا آغاز 1914ء میں لنڈن مشن سے ہوا۔ ایک دہائی میں ان کی تعداد دس ہوگئی۔ 1915ء میں ماریشس میں، 1920ء میں امریکہ، 1921ء میں غانا اور نائیجیریا، 1922ء میں مصر، 1923ء میں جرمنی، 1924ء میں ایران، 1925ء میں جاوا وسماٹرا اور شام میں مشن قائم ہوئے۔ شام کا یہ مشن فلسطین میں مشن کے قیام کا پیش خیمہ ہوا۔

فلسطین میں مشن کا قیام:

واقعات کے مطابق شام میں علماء کی انگیخت پر قابض فرانسیسی حکام نے دمشق میں احمدی مشنری حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کو 24 گھنٹوں میں ملک چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر حضرت مولانا شمس صاحب 17 مارچ 1928ء کو فرانسیسی اقتدار سے باہر نزدیکی جگہ فلسطین کی بندرگاہ حیفا آ گئے۔ آپ کا یہاں ورود فلسطین مشن کے آغاز کا باعث ہوا۔ آپ نے قریبی جبل الکرمل پر واقع کبابیر نامی قصبہ میں سکونت اختیار کی۔ اسی جگہ فلسطینیوں پر مشتمل پہلی احمدی جماعت قائم ہوئی۔ جس نے تیزی سے ترقی کی اور تین سال میں پہلی احمدیہ مسجد تعمیر ہوگئی۔ ایک مدرسہ قائم ہوا۔ جنوری 1935ء میں جماعت کے اپنے عربی ماہنامے البشریٰ کا آغاز ہوا اور ایک پریس بھی قائم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے تابع احمدی روایات کے عین مطابق جماعت جلد جلد بڑھی اور اگلے سالوں میں فلسطین بھر میں 21 مقامات پر جماعتیں قائم ہوگئیں۔

(خلاصہ از تاریخ احمدیت جلد 4۔ صفحہ 525-528 اور 587۔ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔ نیا ایڈیشن)

اسرائیل کا بننا:

یہاں تک کہ 15 مئی 1948ء کا وہ دن آیا جب امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اقوام متحدہ کے ذریعے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک نیا ملک اسرائیل قائم کر دیا۔ جو بہت سارے عرب مسلم علاقے اس نئے ملک کا حصہ قرار دئے گئے ان میں حیفا بھی تھا۔ فلسطین کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے عرب آبادی کو بے انتہا مصائب سے دو چار کر دیا۔ احمدی بھی اس کا شکار ہوئے اور کئی جگہوں کی جماعتوں کو اپنے گھر بار چھوڑ کر دمشق کی احمدی جماعت کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔

بیس سالوں سے یہاں آباد جن احمدی گھرانوں کے لئے ان مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر رہنا ممکن ہوا اور انہوں نے نقلِ مکانی نہ کرنے کا فیصلہ کیا وہ اس نئے ملک کی ابتدائی احمدیہ جماعت ٹھہرے۔ ان احمدیوں کے معاشی استحکام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ پیغام بھجوایا کہ 'کسی نہ کسی طرح کبابیر والوں کو اطلاع دیں کہ تنگی کے دن ہیں صبر سے گزار لیں اور کسی قیمت پر بھی کبابیر کی زمین یہود کے پاس فروخت نہ کریں'۔

(تاریخ احمدیت جلد 13۔ صفحہ 122۔ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔ مطبوعہ 1972ء)

اسرائیل کی آبادی:

نئے ملک میں رہنے کے اس فیصلہ میں یہ احمدی تنہا نہ تھے بلکہ علاقہ کی بہت ساری غیر یہودی آبادی بھی ان کی ہم خیال تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انٹرنیٹ پر موجود اعداد وشمار کے مطابق اسرائیل کی 2010ء میں تقریباً 78 لاکھ کی کل آبادی میں 24 فیصد غیر یہودی تھے جن میں سے 16 فیصد مسلمان تھے یعنی تقریباً 12 لاکھ۔ جب اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں کا اسرائیل میں رہنا روا ہے تو چند ہزار احمدیوں کی وہاں موجودگی کیوں کر وجہ اعتراض ہو سکتی ہے؟

اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں:

اس پس منظر سے واضح ہو جاتا ہے کہ 14/ اگست 1947ء سے پہلے نہ پاکستان تھا اور نہ اسرائیل۔ اس وقت تک فلسطین میں احمدیوں کا ہونا غیر موجود پاکستان کے حوالے سے ہرگز جائے اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اگلے چند مہینوں میں فلسطین کی تقسیم کی مخالفت کا علم ایک احمدی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ہاتھ میں رہا اور بیشتر عرب دنیا اس خدمت پر ان کی شکر گزار رہی۔ اس وقت فلسطین میں حضرت چوہدری صاحب کے دینی بھائیوں کی موجودگی پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ اسرائیل بننے کے بعد انہی احمدیوں کا اپنی جگہوں پر قیام کا تسلسل وہاں اب احمدیوں کی موجودگی کا سبب ہے جو کسی بھی جہت سے قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

4۔ کوئی پاکستانی احمدی کبھی اسرائیل نہیں گیا

فلسطین میں مشن کا آغاز کرنے والے حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب اور ان کے بعد قیام پاکستان تک وہاں خدمات بجا لانے والے مربیان اس وقت جماعت کے مرکز قادیان سے جاتے رہے۔ ایسے آخری مربی مکرم مولانا رشید احمد چغتائی صاحب تھے جو 23/ اکتوبر 1946ء کو فلسطین گئے اور قضیہ فلسطین کے باعث پھیلنے والی ابتری کے سبب 3 مارچ 1948ء کو حیفا چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ مئی 1948ء میں اسرائیل قائم ہوگیا۔ پاکستان نے اسے تسلیم نہ کیا اور پاکستانی پاسپورٹ کبھی اسرائیل جانے کے لئے کارآمد نہیں رہا۔ اس سبب سے کسی پاکستانی کا اسرائیل جانا ناممکن ہے۔ اور نہ کوئی احمدی پاکستان سے کبھی اسرائیل گیا ہے۔

5۔ اسرائیلی فوج میں پاکستانی احمدی؟

باوجود اس حقیقت کہ کوئی پاکستانی اسرائیل نہیں جا سکتا یہ الزام تراشی بھی کی جاتی ہے کہ اسرائیلی فوج میں پاکستانی احمدی ہیں۔ ابتدا میں ان کی تعداد 600 بتائی گئی جسے بعد میں اور بھی بڑھا کر بیان کیا گیا۔ ایک حالیہ ٹی وی پروگرام میں یہ تعداد 800 کہی گئی ہے جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا۔ یہ مضحکہ خیز الزام پہلی دفعہ 29 ستمبر 1975ء کے اخبار نوائے وقت لاہور میں شائع ہوا۔ جس میں لندن سے طبع ہونے والی کسی کتاب کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ 1972ء تک اسرائیلی فوج میں 600 پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے تھے۔ اس الزام کی حقیقت اصل حوالہ دیکھنے سے کھل جاتی ہے۔

کہانی کا ماخذ:

نوائے وقت کی خبر میں تو کوئی حوالہ نہیں دیا گیا لیکن تلاش پر معلوم ہوا کہ اس کتاب کا نام A ISRAEL - PROFILE اور مصنف کا نام ISRAEL T- NAAMANI ہے اور اسے جنوری 1974ء میں Praeger Publisher نے نیو یارک سے شائع کیا۔ اس کتاب کا ایک جملہ جس سے یہ کہانی بُنی گئی ہے، یہ تھا:

'Two other small non-Arab Muslim groups, the Circassians, who came in the nineteenth century from Russia and now number about 2000, and the Ahmadi sect of some 600 people from Pakistan can also serve in the army.'

ترجمہ: دو چھوٹے غیر عرب گروہ یعنی انیسویں صدی میں روس سے آئے ہوئے اندازاً دو ہزار کا کیشین اور تقریباً 600 افراد پر مشتمل پاکستانی احمدی فرقہ بھی اسرائیل کی فوج میں خدمات بجا لا سکتا ہے۔

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ یہودی مصنف کا اس تحریر میں فلسطینی احمدیوں کو غلط طور پر غیر عرب کہنا شرارتاً ہے؟ لاعلمی ہے؟ یا ان کے پاکستان میں واقع مرکز کے حوالے سے غلط فہمی؟ تاہم جو بات بالکل واضح ہے وہ یہی ہے کہ اس نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ یہ چھ سو احمدی فی الواقع اسرائیلی فوج میں شامل ہیں۔ بلکہ اپنے ملک میں دی گئی شہری آزادیوں کی تعریف کرتے ہوئے صرف اس امکان کا ذکر کیا ہے کہ احمدی فرقہ کے لوگ بھی فوج میں خدمات بجا لا سکتے ہیں۔ پس یہ وہ پَر ہے جس پر مبالغہ آرائی کر کے ڈار بنائی گئی ہے۔

6۔ اشاعتِ حق کے لئے کوشاں

اشاعتِ اسلام ہمیشہ جماعت احمدیہ کا مطمحِ نظر رہا ہے۔ نئے ملک اسرائیل میں بھی احمدی اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ ان کوششوں میں یہودیوں کو دعوتِ حق کے لئے عبرانی زبان میں ٹریکٹ کی اشاعت بھی شامل تھی۔ مشکل حالات میں بھی یہ جذبہ قائم رہا۔ چنانچہ روزنامہ الفضل 12 جنوری 1950ء کی ایک رپورٹ کے مطابق 15/ اگست 1948ء سے جون 1949ء تک سارے اصل اسرائیل میں صرف ہماری 'مسجد سیدنا محمود' سے ہی پانچ وقت اذان بلند ہوتی رہی۔

(بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد 13 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 131 مطبوعہ 1974ء)

پیغام حق کی اشاعت:

دین کی اس لگن اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت مسلسل ترقی کرتی رہی۔ مقصدیت کی یہ لگن اس کی وجۂ امتیاز بنی رہی اور اسے اعلیٰ سطح پر قرآنی تعلیمات پہنچانے کے مواقع بھی حاصل ہوئے۔ چنانچہ مقامی امیر جماعت مکرم محمد شریف عودہ صاحب کو حضرت

خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی رہنمائی میں 2008ء میں دوعلیحدہ تقریبات میں اسرائیل کے دورے پرآئے ہوئے امریکی صدر جارج بش کو اور حیفا کا دورہ کرتے ہوئے اسرائیل کے صدر کو پیغامِ حق پہنچانے کا موقع ملا۔ ان ملاقاتوں کا ملکی میڈیا پر ذکر ہوا۔ ان کا حال خود مکرم عودہ صاحب نے ایک انٹرویو میں بیان کیا جو ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن کی اشاعت 8/کتوبر تا 14/اکتوبر 2010ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطالعہ عام دلچسپی کا باعث ہوگا۔ یہ اخبار ویب سائٹ www.alislam.org پر دستیاب ہے۔

مزید الزام تراشی:

ان کوششوں کو بھی حسبِ سابق مزید اعتراضات کا نشانہ بنایا گیا۔ 22 جنوری 2009ء کو روزنامہ اُمّت کراچی نے زیرِ عنوان 'اسرائیلی حکومت نے قادیانی جماعت کی پشت پناہی شروع کر دی' خوب کہانیاں گھڑیں۔ نیز لکھا:

'ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل اور قادیانی جماعت کے درمیان ہونے والے رابطہ کے بعد مرزا مسرور کی ہدایت پر حیفہ شہر میں باقاعدہ قادیانی مرکز قائم کر دیا گیا ہے'۔

یہ مرکز جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے 1928ء میں قائم ہوا تھا۔ یعنی اسرائیل کے وجود میں آنے سے 20 سال پہلے اور 'ذرائع کے اس انکشاف' سے 60 سال پہلے۔

جھوٹ کو مزید بلوتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ کسی 'ختم نبوت اکیڈمی لندن' کے سربراہ نے اس اخبار کو بتایا کہ:

'قادیانیوں اور اسرائیل کے یہودیوں کے درمیان خفیہ رابطے کی تصدیق ہوگئی ہے' ۔

اس ساری کہانی میں حقیقت صرف اتنی ہی تھی کہ حیفا میں جماعت احمدیہ کی دعوت پر صیہونی صدر شمعون پریز نے ایک خصوصی تقریب میں شرکت کی تھی۔ اس تقریب کے ذریعہ پیغامِ حق پہنچانے کی تفصیل مکرم عودہ صاحب کے مذکورہ بالا انٹرویو میں موجود ہے۔

مزید 'انکشاف':

اکتوبر 2011ء میں کراچی کے اخبار انصاف نے ایک بار پھر اس معاملہ کو ہوا دی اور بڑی سُرخیوں کے ساتھ کسی عبدالرحمٰن نامی شخص کا انٹرویو شائع کیا۔ جس میں یہ انکشاف کیا گیا کہ 'اسرائیل میں قادیانی مرکز 1952ء سے کام کررہا ہے' ۔ نیز یہ کہ:

'قادیانی جماعت کے اسرائیل میں جتنے بھی پروگرام ہوتے ہیں ان کی کوریج سرکاری سطح پر کی جاتی ہے'۔ ان دونوں باتوں کی اصل حقیقت کا اوپر ذکر ہوچُکا ہے۔

7۔ تقسیمِ فلسطین کو روکنے کے لئے ایک احمدی کی غیر معمولی مساعی

حقائق کا یہ بیان نامکمل رہے گا اگر اس حوالہ سے اس سعی کا بھی کُچھ بیان نہ ہو جائے۔ جس کا ملکی میڈیا پر کوئی ذکر نہیں ہوتا بلکہ جسے ارادتاً عوام الناس سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ یہ وہ کوشش تھی جو فلسطین کی تقسیم کو روکنے کے لئے ایک احمدی حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے اقوامِ متحدہ میں کی۔ لیکن اس تفصیل میں جانے سے قبل دو واقعات کا ذکر اس تعلق میں درج ذیل ہے کہ فلسطینیوں سے ہمدردی کا اظہار احمدی روایت رہا ہے۔

فلسطینیوں سے ہمدردی کی احمدی روایت :

(i)۔ 14 ستمبر 1929ء کو قادیان میں ایک غیر معمولی جلسہ ہوا جس میں مقررین نے بیان کیا کہ کس طرح پہلی جنگ عظیم کے نتیجہ میں برطانوی حکومت سلطنت عثمانیہ کے چند علاقوں پر قابض ہوئی اور بعد میں ان کی آزادی کا تحریری معاہدہ کیا۔ ان میں فلسطین بھی شامل تھا۔ لیکن پس پردہ اس نے یہودیوں کی ایک ایجنسی سے فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک قومی گھر بنانے کا خفیہ معاہدہ بھی کر رکھا تھا۔ جس کے تحت وہاں یہودیوں کو آباد کرنے اور مسلمانانِ فلسطین پر ظلم و زیادتی کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اجلاس میں ان مظالم پر احتجاج، فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ اظہار ہمدردی اور انگریز حکومت کو ان مظالم کو روکنے کے لئے ریزولوشن پاس کئے گئے۔

(خلاصہ از تاریخ احمدیت جلد پنجم از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 149-150 نیا ایڈیشن۔ بحوالہ اخبار الفضل قادیان 20 ستمبر 1929ء)

(ii)۔ ایسا ہی ایک اور اظہار اس وقت فیڈرل کورٹ کے جج چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے 27 جنوری 1946ء کو لاہور میں منعقدہ ایک تقریب میں کیا۔ اخبار انقلاب لاہور میں شائع شدہ اس تقریر کے خلاصہ کے مطابق آپ نے مسئلہ فلسطین کی وجہ انگریزی حکومت کا فلسطینیوں سے کئے گئے وعدہ کا پورا نہ کرنا قرار دیا۔ اور یہودی ریاست کے قیام کے مضمرات کے بیان میں یہ بات بھی کہی کہ اگر فلسطین میں یہودیوں کی ریاست قائم ہو گئی تو پھر وہ ہمسایہ عرب ممالک سے بھی علاقوں کا مطالبہ کریں گے۔

(خلاصہ از تاریخ احمدیت جلد نہم از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 712-714 نیا ایڈیشن)

یہ بات نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ حضرت چوہدری صاحب کے اس اظہار کے وقت برِصغیر پر ابھی انگریز حکمران تھے۔

سر محمد ظفراللہ خان کی پہلی تقریر:

حضرت چوہدری صاحب کو قائداعظم نے اقوامِ متحدہ میں نوزائیدہ مملکتِ پاکستان کی نمائندگی کے لئے مقرر کیا تھا۔ مسئلہ فلسطین پر آپ نے پہلی تقریر 25 ستمبر 1947ء کو اس کمیٹی کے اجلاس میں کی جو اقوامِ متحدہ نے اس غرض سے مقرر کی تھی۔ اس تقریر کی تمام عرب دُنیا اور پاکستان میں بہت پذیرائی ہوئی۔ چند حوالے درج ذیل ہیں۔

(i)۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی 12/اکتوبر 1947ء کی اشاعت میں اس بارے میں خبر کا یہ دُہرا عنوان لگایا:

'فلسطین سے متعلق سر ظفراللہ کی تقریر سے دھوم مچ گئی'۔

'عرب لیڈروں کی طرف سے سر ظفراللہ کو خراجِ تحسین'۔

خبر کے متن میں لکھا:

'سر محمد ظفراللہ خان رئیس الوفد پاکستان نے جو تقریر کی وہ ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ تھی۔ آپ تقریباً 175 منٹ بولتے رہے۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ جب آپ تقریر کر کے بیٹھے تو ایک عرب ترجمان نے تبصرہ کرتے کہا کہ:

'فلسطین پر عربوں کے معاملے کے متعلق یہ ایک بہترین تقریر تھی۔ آج تک میں نے ایسی شاندار تقریر نہیں سُنی'۔

'سر محمد ظفراللہ خان صاحب نے اپنی تقریر میں زیادہ زور تقسیم فلسطین کے خلاف دلائل دینے میں صَرف کیا۔ جب آپ تقریر کررہے تھے تو مسرت اور ابتہاج سے عرب نمائندوں کے چہرے تمتما اُٹھے۔ تقریر کے خاتمہ پر عرب ممالک کے مندوبین نے آپ سے مصافحہ کیا اور ایسی شاندار تقریر کرنے پر مبارکباد پیش کی'۔

(ii)۔ امریکہ میں اس وقت پاکستان کے سفیر مرزا ابوالحسن اصفہانی صاحب نے جو پاکستانی وفد کے رکن بھی تھے قائد اعظم کے نام اپنے خط مورخہ 14/اکتوبر 1947ء میں اس تقریر کو 'best ever on the issue in UNO' قرار دیتے ہوئے لکھا۔

(ترجمہ) 'فلسطین کے مسئلہ پر ظفراللہ خان نے جو تقریر کی وہ اقوام متحدہ میں اس مسئلہ پر ہونے والی بہترین تقریر تھی'۔

(Qaid-e-Azam Papers, 1st Oct - 31st Oct 1947, Vol VI, P 165, First Edition, 2001, Published by Culture Division, Govt of Paksitan, Islamabad)

(iii)۔ اس تقریر کی تعریف اب تک جاری ہے۔ 20 نومبر 2011ء کو انگریزی اخبار دی نیوز کراچی میں سید افتخار مرشد صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا:

'Sir Zafarullah Khan's speech on the Palestine problem in October 1947 at the UN General Assembly is said to be one of the most forceful ever made on the issue and prompted King Abdul Aziz al-Saud to write to him'.

(ترجمہ) 'اکتوبر 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مسئلہ فلسطین پر سر ظفراللہ خان کی تقریر اس موضوع پر کبھی بھی کی جانے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے اور اسی سے متاثر ہو کر سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز السعود نے انہیں خط لکھا'۔

سر محمد ظفراللہ خان کی دوسری تقریر:

ایڈہاک کمیٹی کی رپورٹ پر غور کے لئے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں یہ نظر آرہا تھا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے دباؤ کے نتیجے میں بہت سے ممالک اپنی رائے کا آزادانہ استعمال نہیں کرسکیں گے اور اجلاس میں اپنی مرضی کا فیصلہ کرا لیا جائے گا۔ ایسے میں 28 نومبر 1947ء کو حضرت چوہدری صاحب نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کو مخاطب کیا۔ گزشتہ تقریر کی مانند یہ تقریر بھی سچائی کے دبنگ اظہار، معاملہ کے تمام پہلوؤں کا گہری نظر سے جائزہ، منطقی نتائج اور فلسطین کو تقسیم نہ کرنے کے ناقابل تردید دلائل کے ساتھ انصاف کی ایک دردمندانہ پکار کا ایک حسین امتزاج تھی۔ اگر انصاف مدّنظر ہوتا اور اگر امریکہ اپنے منصوبہ پر عمل درآمد کرنے کا پہلے سے فیصلہ نہ کر چکا ہوتا تو یہ تقریر اس تقسیم کو روکنے کے لئے کافی ہوتی۔ پوری تقریر پڑھے جانے کے لائق ہے۔ 19 صفحات پر مشتمل یہ تقریر اقوام متحدہ کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

نمونۃً چند جملے اور ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

*'This is a solmn moment, solemn in the history of the world,'

*'The United Nations is today on trial. The world is watching and will see how it acquits itself'

*'Remember, nations of the West, that you may need friends tomorrow, that you may need allies in the Middle East.'

-*'Having cut Palestine up in that manner- - - Palestine shall never belong to its people; it shall always be stretched upon the cross.'

*'What asuthority has the United Nations to do this? what legal authority, what juridical authority has it to do this?'

☆ 'یہ ایک اہم لمحہ ہے ، دنیا کی تاریخ کا ایک اہم لمحہ'۔

☆ 'آج اقوام متحدہ کٹہرے میں کھڑی ہے اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ سرخرو ہو کر نکلتی ہے کہ نہیں'۔

☆ 'اے مغربی اقوام یاد رکھو شاید کل تمہیں مشرق وسطیٰ میں دوستوں اور اتحادیوں کی ضرورت پڑے'۔

☆ 'فلسطین کو اس طرح ٹکڑے کر دینے سے پھر یہ کبھی بھی اپنے باشندوں کی مملکت نہیں بن سکے گا۔ یہ ہمیشہ کے لئے مصلوب رہے گا'۔

☆ ' اقوام متحدہ کو ایسا کرنے کا کیا اختیار ہے؟ اسے یہ قدم اُٹھانے کا کونسا جائز، کون سا قانونی حق حاصل ہے؟'۔

تقسیم کے فیصلے پر آپ کا انتباہ:

جس دن جنرل اسمبلی میں رائے شماری کی بنیاد پر فلسطین کو تقسیم کر دینے کا فیصلہ ہوا۔ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے ایک بیان میں، جو پاکستانی وفد کے سیکریٹری نے اسمبلی میں پڑھ کر سنایا، اس فیصلہ کے ذمہ دار طاقتور ممالک کو جن الفاظ میں متنبّہ کیا، یہ اقوام متحدہ کی ویب سائٹ پر موجود آپ کے بیان سے ظاہر ہے۔ اس کے چند جملے اور ان کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

'A fateful decision is taken- - -'

'Empires rise and fall. History tells of the empires of the Babylonians, the Egyptians, the Greeks and the Romans, the Arabs, the Persians and the Spaniards. Today, most of the talk is about the Americans and the Russians. The Holy Koran says: We shall see the periods of rise and fall as between nations, and that cycle draws attention to the universal law. What endures on earth is which is beneficient for God's creatures- - -'

'We must fear that the beneficiaries, if any, to which partition may lead will be small in comparision to the mischief which it mght inaugrate. It totally lacks legal validity- -'

ترجمہ:

* 'ایک ایسا فیصلہ کیا گیا ہے جس کے خوفناک نتائج نکلیں

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

بدری صحابہ حضرت سُبَیع بن قَیسؓ ، حضرت اُنیس بن قتادہؓ ، حضرت مُلَیل بن وبرہؓ ، حضرت نوفل بن عبداللہؓ ، حضرت ودیعہؓ بن عمرو، حضرت یزید بن منذِرؓ ،
حضرت خارجہ بن حُمیّرؓ اشجعیؓ ، حضرت سراقہ بن عمروؓ ، حضرت عبَّاد بن قیسؓ ، حضرت ابوالضّیَّاح بن ثابت بن نعمانؓ ، حضرت اَنَسہؓ ، حضرت ابوکبشہ سُلَیمؓ بن کبشہ،
حضرت مَرثَد بن ابی مَرثَد ، حضرت ابومَرثَد بن کَنَّاز ، حضرت سَلِیط بن قَیس ، حضرت مُجذَّر بن زیاد، حضرت حُبَاب بن منذر، حضرت رِفَاعَہ بن رافع
رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی اور سیرت کا ایمان افروز تذکرہ

بعض صحابہ کے آپس کے معاملات میں جو اختلافات روایات میں ملتے ہیں ہمارا کام نہیں کہ ان اختلافات کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت بہت وسیع ہے۔ اُن کے بارہ میں اب بجائے کچھ سوچنے اور کہنے کے ہمیں اپنے معاملات سنبھالنے چاہئیں اور اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ ایک رہیں اور وحدت پر قائم رہیں اور نیکیوں میں بڑھنے والے ہوں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 06/جولائی 2018ء بمطابق 06/وفا 1397 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آجکل بدری صحابہ کا مَیں ذکر کر رہا ہوں۔ تاریخ اور روایات میں بعض صحابہ کے حالات زندگی اور واقعات بڑی تفصیل سے ملتے ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جن کے بہت ہی مختصر حالات ملتے ہیں۔ لیکن بہرحال جنگ بدر میں شامل ہونے سے ان کا جو مقام ہے وہ تو اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اس لئے چاہے چند سطر کا ہی ذکر ہو وہ بیان ہونا چاہئے۔ آج کے لئے جن صحابہ کا ذکر ہونا ہے ان میں چند ایسے ہیں جن کا بہت مختصر ذکر ہے۔

ان میں سب سے پہلے سُبَیع بن قَیس بن عَیشَہ ہیں۔ بعض نے آپ کے دادا کا نام عَبَسہ اور بعض نے عائشہ بھی لکھا ہے۔ بہرحال آپ انصاری اور خزرجی تھے۔ غزوہ بدر واُحد میں شامل ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد دوم صفحہ 407 سبیع بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 403 سبیع بن قیسؓ و عبادہ بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آپ کی والدہ کا نام خدیجہ بنت عَمرو بنِ زید ہے۔ آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبداللہ تھا اور اس کی ماں قبیلہ بَنُو جَدَارہ سے تھی۔ وہ بچپن میں فوت ہو گیا۔ اس کے علاوہ آپ کا کوئی بچہ نہ تھا۔ حضرت عبادۃ بن قیس آپ کے بھائی تھے۔ حضرت سُبَیع کے ایک حقیقی بھائی زَید بن قیس بھی تھے۔

دوسرے ہیں حضرت اُنَیس بن قتادۃ۔ ان کی غزوہ اُحد کے موقع پر وفات ہوئی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ان کا نام انس ہے۔ بہرحال جو صحیح نام ہے وہ انیس ہے۔ محمد بن اسحاق اور محمد بن عمر نے اُنَیس ہی لکھا ہے۔ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک تھے اور جنگ اُحد میں یہ شہید ہوئے۔ آپ کی بھی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اور ایک روایت ہے کہ خَنسَاء بنتِ خِدَام حضرت اُنَیس بن قتادۃ کے نکاح میں تھیں جب وہ اُحد کے دن شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 305- 306 انیس بن قتادہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 353- 354 و من بنی عبید بن زید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی تھے حضرت مُلَیل بن وَبَرَۃ۔ ان کے نام کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں۔ ابن اسحاق اور ابونعیم نے ان کا نام مُلَیل بن وَبَرَۃ بن عبدالکریم بن خالد بن عجلان بیان کیا ہے۔ جبکہ ابوعمر اور کلبی نے مُلَیل بن وَبَرَۃ بن خالد بن عجلان بیان کیا ہے۔ عبدالکریم بیچ میں سے نکل گیا۔ آپ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو عجلان سے تھا۔ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں یہ شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 251 ملیل بن وبرہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آپ کی اولاد میں زید اور حبیبہ تھیں جن کی والدہ اُمّ زید بنت نَضلَہ بن مالک تھیں۔ حضرت مُلَیل کی اولاد آگے نہیں چلی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 416 ملیل بن وبرہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آپ کو ابنِ خالد بن عجلان کہا جاتا تھا۔ ایک روایت میں لکھا گیا ہے کہ آپ غزوہ بدر اور باقی تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

(الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلف جلد 7 صفحہ 222 باب ملکان و ملکان و باب ملیل و ملیک بحوالہ مکتبہ الشاملہ)

پھر ایک صحابی حضرت نوفل بن عبداللہ بن نَضلَہ ہیں۔ ان کی وفات غزوہ اُحد میں ہوئی۔ بعض نے آپ کا نام نوفل بن ثَعلَبَہ بن عبداللہ بن نَضلَہ بن مالک بن عجلان بیان کیا ہے۔ آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور غزوہ اُحد میں آپ شہید ہوئے۔ آپ کی نسل آگے نہیں چلی۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 346- 347 نوفل بن ثعلبہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 415 نوفل بن عبداللہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی حضرت وَدِیعَہ بن عَمرو ہیں۔ ابن کلبی نے ان کا نام وَدِیعَہ بن عَمرو بن یَسَار بن عوف بیان کیا ہے۔ اور ابومعشر نے ان کا نام رِفَاعَہ بن عَمرو بن جَرَاد بیان کیا ہے۔ آپ کا تعلق بنو جہینہ سے تھا جو بنو نجار کے حلیف تھے۔ آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ حضرت رَبِیعہ بن عمرو آپ کے بھائی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 377 ودیعہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 392 ربیعۃ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

پھر ایک صحابی حضرت یَزِید بن مُنذِر بن سَرح بن خُنَاس ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو خزرج سے تھا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یزید بن مُنذِر اور عَامِر بن رَبِیعہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھائی مَعقِل بن مُنذِر بھی بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 432 یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ و اخوہ معقل بن یسارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 473 یزید بن المنذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر ایک صحابی حضرت خارِجَہ بن حُمَیّر اَشجَعی ہیں۔ تاریخوں میں آپ کے نام میں بھی کافی اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے آپ کا نام خَارِجَہ بن حُمَیّر بتایا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے آپ کا نام حَارِثَہ بن حُمَیّر بیان کیا ہے۔ واقدی نے آپ کا نام حَمزَہ بن حُمَیّر بیان کیا ہے۔ آپ کے والد کے نام کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض نے خُمَیّر بیان کیا ہے۔ جبکہ بعض نے والد کا نام جُمَیرَہ اور جُمَیر لکھا ہے۔ بہرحال اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کا تعلق قبیلہ اشجع سے تھا اور قبیلہ بنو خزرج کے حلیف تھے۔ آپ کے بھائی کا نام عبداللہ بن حُمَیّر ہے جو کہ غزوہ بدر میں آپ کے ہمراہ شامل ہوئے تھے۔

(الاصابه فی تمییز الصحابه جلد1صفحه 704حارثه بن حمیرؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)
(اسد الغابه جلد1صفحه 649حارثة بن خمیرؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

پھر حضرت سُرَاقَہ بن عَمْرو کا ذکر ہے یہ انصاری تھے۔ ان کا پورا نام سُرَاقَہ بن عَمْرو بن عَطِیَّہ بن خَنْسَاء انصاری تھا۔ ان کی وفات جمادی الاول 8 ہجری میں جنگ موتہ میں ہوئی۔ ان کا پورا نام سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن حنساء انصاری تھا۔ ان کی والدہ کا نام عُتَیْلَہ بنتِ قَیس تھا اور سراقہ کا تعلق انصار کے معزز قبیلہ بنونجّار سے تھا۔ آپ کے قبول اسلام سے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ نے ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پہلے اور بعض کے نزدیک آپ نے ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر بعد اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُھْجَع مَولیٰ عمر اور سُرَاقَہ بن عَمْرو کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ آپ نے غزوہ بدر، غزوہ اُحد، غزوہ خندق اور خیبر میں شرکت کی نیز ان کو صلح حدیبیہ اور عمرة القضاء کے موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل رہی۔ حضرت سُراقہ بن عمرو ان خوش قسمت صحابہ میں سے تھے جن کو بیعت رضوان میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور ان کا سلسلہ نسب آگے نہیں چلا۔ ان کی شہادت جیسا کہ بتایا میں نے جمادی الاوّل 8 ہجری میں جنگِ موتہ کے دوران ہوئی۔

(الاستیعاب جلد2صفحه 580سراقه بن عمروؓ مطبوعه دار الجیل بیروت 1992ء) (الاصابه فی تمییز الصحابه جلد3صفحه 34سراقه بن عمروؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء) (الطبقات الکبریٰ جلد3صفحه 393سراقه بن عمروؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)
(عیون الاثر جلد اوّل صفحه 233ذکر الموخاة دار القلم بیروت 1993ء)

پھر صحابی حضرت عَبَّاد بن قَیْس ہیں۔ ان کی وفات بھی 8 ہجری میں جنگ موتہ میں ہوئی۔ ان کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ کا نام عُبَادہ بن قیس بن عَیْشَہ بھی ملتا ہے۔ اسی طرح آپ کے دادا کا نام عَبسہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عَبَّاد حضرت ابودرداءؓ کے چچا تھے۔ حضرت عَبَّاد غزوہ بدر، اُحد، خندق اور خیبر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ صلح حدیبیہ میں بھی آپ شریک تھے اور جنگ موتہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحه 403عباده بن قیسؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)
(اسد الغابه جلد3صفحه 154عباد بن قیسؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

پھر حضرت ابو الضَّیَّاح بن ثابِت بن نُعمان ہیں۔ ان کی وفات 7 ہجری میں ہوئی۔ ایک روایت میں آپ کا نام عُمَیر بن ثابت بن نعمان بن اُمَیَّہ بن اِمْرَاءُ الْقَیس اور دوسری روایت کے مطابق نعمان بن ثابت بن اِمْرَاءُ القیس ہے۔ آپ اپنی کنیت سے مشہور ہیں جو ابو الضَّیَّاح ہے۔ غزوہ بدر، اُحد، خندق اور حدیبیہ میں شریک ہوئے اور غزوہ خیبر 7 ہجری میں شہید ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یہودی نے آپ کے سر پر وار کیا جس سے آپ کا سر کٹ گیا جس سے آپ کی شہادت ہوگئی۔

(اسد الغابه جلد6صفحه 175ابو الضیاح بن ثابتؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)
(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحه 364- 365ابو ضیاحؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)

پھر حضرت اَنَسَہ ہیں۔ ان کی وفات غزوہ بدر میں ہوئی۔ لیکن اسمیں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی خلافت تک یہ زندہ تھے۔ بہرحال آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ حبشی غلام تھے۔ آپ کا نام اَنَسَہ تھا اور اَبُواَنَسَہ بھی آتا ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک آپ کی کنیت اَبُومَسْرُوح تھی۔ حضرت اَنَسَہ دعوت اسلام کے آغاز میں ہی مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کے زمانہ میں مدینہ گئے اور حضرت سعد بن خَیْثَمَہ کے مہمان ہوئے اور جب تک زندہ رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری آپ کا مرغوب مشغلہ تھا۔ آپ اس درجہ فرمانبردار تھے کہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ جب بیٹھتے تھے تو تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر بیٹھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔

(اسد الغابه جلد1صفحه 301- 302انسهؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)
(سیر الصحابه از شاه معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصه دوم صفحه 587مطبوعه دار الاشاعت کراچی)
(الاصابه فی تمییز الصحابه جلد1صفحه 283انسة مولیٰ رسول اللہ ﷺ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)

پھر حضرت اَبُوکَبْشَہ سُلَیم ہیں۔ کنیت ان کی ابوکَبْشَہ ہے۔ ان کی وفات دورِ خلافت حضرت عمر میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک آپ کا نام سَلَمَہ تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ فارسی غلام تھے۔ آپ بدری صحابی ہیں۔ آپ کی پیدائش اَوس کی زمین پر ہوئی۔ آپ کے وطن اور نسب کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض فارسی، بعض دَوسی اور بعض مکی بتاتے ہیں۔ آپ دعوت اسلام کے قریب تر زمانے میں اسلام سے مشرف ہوئے اور ہجرت کی اجازت ملنے پر مدینہ چلے گئے اور بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔

(الاصابه فی تمییز الصحابه جلد7صفحه 284ابو کبشهؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)
(سیر الصحابه از شاه معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصه دوم صفحه 579مطبوعه دار الاشاعت کراچی)

جب حضرت ابوکَبْشَہ نے مدینہ جانے کے لئے ہجرت کی تو آپ حضرت کلثوم بن الھَدَم کے ہاں ٹھہرے اور ایک روایت کے مطابق آپ حضرت سَعْد بن خَیْثَمَہ کے پاس ٹھہرے۔ حضرت عمرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے کے پہلے روز حضرت ابوکَبْشَہ کی وفات ہوئی۔ یہ 22 جمادی الثانی 13 ہجری کی بات ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحه 36ابو کبشهؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)

پھر حضرت مَرْثَد بن ابی مَرْثَد ہیں۔ ان کی وفات صفر تین ہجری میں مقام رجیع میں ہوئی۔ آپ بدری صحابی تھے۔ آپ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے حلیف تھے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپ اسلام کے شروع میں مشرف باسلام ہوئے اور بدر سے قبل ہجرت کرکے مدینہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مؤاخات حضرت اوس بن صامت سے فرمادی۔ بدر کے روز یہ گھوڑے پر حاضر ہوئے جس کا نام سَبَل تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت مَرْثَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فوجی دستہ کے سالار تھے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجیع کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ یہ واقعہ ماہ صَفر تین ہجری میں پیش آیا اور بعض کا خیال ہے کہ اس دستہ کی کمان حضرت عاصم بن ثابت کے پاس تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحه 35ابو مرثدؓ- مرثد بن ابی مرثدؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)
(اسد الغابه جلد5صفحه 133مرثد بن ابی مرثدؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

ان کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ بنوعَضَل اور قَارَّہ نے اسلام لانے کا دکھاوا کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی تعلیم کے لئے چند معلم بھجوانے کی درخواست کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے بارے میں روایتوں میں اختلاف ہے) حضرت مَرْثَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر امارت ایک جماعت بھیجی۔ یہ لوگ ابھی مقام رجیع پر پہنچے تھے کہ بنوھُذَیل ننگی تلواریں لے کر آ گئے اور کہا کہ ہمارا مقصد تمہیں قتل کرنا نہیں بلکہ تمہارے بدلہ میں ہم اہل مکہ سے مال حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہم تمہاری حفاظتِ جان کا عہد کرتے ہیں۔ اس پر حضرت مَرْثَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ اور عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں تم لوگوں کے عہد پر بھروسہ نہیں اور اس طرح لڑتے ہوئے تینوں نے جان دے دی۔

(سیر الصحابه از شاه معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصه دوم صفحه 555مطبوعه دار الاشاعت کراچی)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت ابومَرْثَد کَنَّاز بن اَلْحُصَین غنوی۔ ان کی وفات 12 ہجری میں ہوئی۔ بعض لوگوں کے نزدیک ان کی کنیت ابوحِصْن تھی۔ آپ شام کے رہائشی تھے۔ انہوں نے آغازِ دعوتِ اسلام میں ہی اسلام قبول کیا اور ہجرت کی اجازت کے بعد مدینہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی حضرت عبادہ بن صامت سے مؤاخات فرمادی۔

(سیر الصحابه از شاه معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصه دوم صفحه 581مطبوعه دار الاشاعت کراچی)
(الاصابه فی تمییز الصحابه جلد7صفحه 305ابو مرثد الغنویؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)

جب حضرت ابومَرْثَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے مَرْثَد نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں حضرت کلثوم بن الھَدَم کے پاس ٹھہرے۔ بعض کے نزدیک آپ دونوں حضرت سعد بن خَیْثَمَہ کے پاس ٹھہرے۔ حضرت ابومَرْثَد تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحه 34- 35ابو مرثدؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)

حضرت ابومَرْثَد کو تاریخ میں یہ مقام حاصل ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ نے فتح مکہ سے قبل اپنے بال بچوں کی حفاظت کے خیال سے مکہ والوں کو خفیہ طور پر ایک خط کے ذریعہ اطلاع دینی چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سواروں کو اس عورت کی طرف بھیجا جو خط لے کر جارہی تھی۔ ان سواروں نے وہ خط برآمد کروالیا۔ ان میں سے ایک سوار حضرت ابومَرْثَد تھے۔ حضرت علی سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابومَرْثَد غنوی اور زبیر کو بھیجا اور ہم گھڑسوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم روانہ ہوجاؤ یہاں تک کہ جب تم روضۂ خاخ تک پہنچو۔ یہ ایک مقام ہے تو وہاں تمہیں مشرکوں میں سے ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب بن ابی بَلْتَعَہ کی طرف سے مشرکوں کے نام ایک خط ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شهد بدراً حدیث 3983)

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے مسلم اور بَغْوِی وغیرہ میں ان کی یہ حدیث ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھو۔

(الاصابه فی تمییز الصحابه جلد7صفحه 305ابو مرثد الغنویؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)

ان کی وفات پھر حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں 12 ہجری میں 66 سال کی عمر میں ہوئی۔

(سیر الصحابه از شاه معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصه دوم صفحه 581مطبوعه دار الاشاعت کراچی)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت سَلِیط بن قَیس بن عَمْرو۔ ان کی وفات 14 ہجری میں ہوئی۔ حضرت سَلِیط بن قَیس بن عَمْرو بن عُبَید بن مالک ان کا پورا نام ہے۔ حضرت سَلِیط بن قَیس اور حضرت ابوصِرْمَہ دونوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد خاندانِ بنوعدی بن نجار کے بت توڑ دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر بیٹھ کر مدینہ شہر میں داخل ہو رہے تھے تو ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں قیام کریں۔ جب آپ کی اونٹنی بنو عدی کے گھر کے پاس پہنچی اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے کیونکہ سلمیٰ بنت عَمر و، عبدالمطلب کی والدہ اسی قبیلہ سے تھیں۔ اس وقت حضرت سَلِیط بن قَیس، ابو سلیط اور اُسَیرہ بن ابو خَارِجَہ نے روکنا چاہا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو کہ اس وقت یہ مامور ہے۔ یعنی جہاں خدا کا منشاء ہو گا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گی۔ حضرت سلیط بدر اور اُحد اور خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جنگِ جِسْر اَبی عُبَید میں 14 ہجری کو حضرت عمر کے عہد خلافت میں یہ شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 388 سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 229 باب ھجرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت مُجَذَّرُ بن زِیَاد۔ غزوہ اُحد میں ان کی شہادت ہوئی۔ مُجذّرُ آپ کا لقب تھا اس کا مطلب ہے موٹے جسم والا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُجذّرُ اور عاقل بن بُکَیر کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ دوسری جگہ یہ آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُجذّرُ اور حضرت عُکَّاشَہ بن مِحْصَن کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ حضرت مُجذَّرُ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد5 صفحہ 572- 573 المجذر بن ذیاد رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 417 المجذر بن ذیاد رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 232- 233 باب ذکر المواخاۃ مطبوعہ دار القلم بیروت 1993ء)

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَبُوالْبَخْتَرِی کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا کیونکہ مکّہ میں اس نے لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے سے روکا تھا۔ (اس کے عوض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل نہیں کرنا) اور وہ خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اس معاہدے کے خلاف کھڑے ہوئے تھے جو قریش نے بنو ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف کیا تھا۔ حضرت مُجذَّرُ اَبُوالْبَخْتَرِی سے ملے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمہارے قتل سے روکا ہے۔ اَبُوالْبَخْتَرِی کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی تھا جو اس کے ساتھ مکّہ سے نکلا تھا۔ اس کا نام جُنَادَہ بن مُلَیحَہ تھا جو بنو لیث سے تھا۔ ابوالبختری کا نام عاص تھا۔ اس نے کہا کہ میرے اس ساتھی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت مُجذَّرُ نے کہا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تمہارے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف تمہارے اکیلے کے متعلق حکم دیا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر مریں گے تو پھر ہم دونوں اکٹھے مریں گے۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مکہ کی عورتیں یہ بیان کرتی پھریں کہ میں نے اپنی زندگی کی خاطر اپنے ساتھی کو چھوڑ دیا۔ پھر وہ دونوں ان سے (حضرت مجذر سے) لڑائی کے لئے تیار ہو گئے اور لڑائی میں حضرت مُجذَّرُ نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت مُجذَّرُ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا مَیں نے اس کو بہت اصرار کے ساتھ کہا کہ وہ اسیر ہو جائے اور اسے مَیں آپ کے پاس لے آتا مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوا اور آخر اس نے مجھ سے لڑائی کی اور مَیں نے اسے قتل کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد5 صفحہ 59- 60 المجذر بن ذیاد رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 301 باب غزوہ بدر مطبوعہ دار القلم بیروت 1993ء)

حضرت مُجَذَّرُ کی اولاد مدینہ اور بغداد میں موجود تھی۔ ابی وَجْزَہ سے مروی ہے کہ شہدائے اُحد کے جو تین آدمی ایک قبر میں دفن کئے گئے تھے وہ مُجذَّرُ بن زَیاد، نُعْمَان بن مالِک اور عَبْدَہ بن حَسْحَاس تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 417 المجذر بن ذیاد رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

لیکن ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت انیسہ بنت عدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بیٹا عبداللہ جو بدری ہے غزوہ اُحد میں شہید ہو گیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں تا کہ مجھے اس کا قرب حاصل رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی اور یہ فیصلہ بھی ہوا کہ حضرت عبداللہ کے ساتھ ان کے دوست حضرت مُجذَّرُ کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ دونوں دوستوں کو ایک ہی کمبل میں لپیٹ کر اونٹ پر رکھ کر مدینہ بھیجا گیا ان میں سے عبداللہ ذرا دبلے پتلے تھے اور مُجذَّرُ وجیہ اور جسیم تھے۔ کہتے ہیں روایت میں آتا ہے کہ اونٹ پر دونوں برابر اترے یعنی وزن ایک جیسا تھا۔ اتارنے والوں نے دیکھا تو لوگوں نے اس پر حیرت کا اظہار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کے اعمال نے ان کے درمیان برابری کر دی۔

(اسد الغابہ جلد7 صفحہ 31 انیسۃ بنت عدی رضی اللہ عنہا مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت حُبَاب بن مُنْذِر بن جَمُوْح ایک صحابی ہیں۔ ان کی وفات حضرت عمر کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ حضرت حُبَاب بِنْ مُنْذِر غزوہ بدر، اُحد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ غزوہ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور موت پر آپ سے بیعت کی۔ (اسد الغابہ جلد1 صفحہ 665 حباب بن منذر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 428 حباب بن منذر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ان کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی سیرۃ خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ ”جس جگہ اسلامی لشکر نے ڈیرہ ڈالا تھا وہ کوئی ایسی اچھی جگہ نہ تھی۔ اس پر حضرت حُباب بن مُنذِر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدائی الہام کے تحت آپ نے یہ جگہ پسند کی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر اسے اختیار کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بارے میں کوئی خدائی حکم نہیں ہے۔ تم اگر کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو تو بتاؤ۔ اس پر حضرت حُباب بن مُنذِر نے عرض کیا تو پھر میرے خیال میں یہ جگہ اچھی نہیں ہے۔ بہتر ہو گا کہ آگے بڑھ کر قریش سے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ مَیں اس چشمہ کو جانتا ہوں۔ اس کا پانی بھی اچھا ہے اور عموماً کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور چونکہ ابھی تک قریش ٹیلے کے پرے ڈیرہ ڈالے پڑے تھے اور یہ چشمہ خالی تھا، مسلمان آگے بڑھ کر اس چشمہ پر قابض ہو گئے۔ لیکن جیسا کہ قرآن شریف میں اشارہ پایا جاتا ہے اس وقت چشمہ میں بھی پانی زیادہ نہیں تھا اور مسلمانوں کو پانی کی قلت محسوس ہوتی تھی۔ پھر یہ بھی تھا کہ وادی کے جس طرف مسلمان تھے وہ ایسی اچھی نہ تھی کیونکہ اس طرف ریت بہت تھی جس کی وجہ سے پاؤں اچھی طرح جمتے نہیں تھے۔ پھر خدا کا فضل ایسا ہوا کہ کچھ بارش بھی ہو گئی جس سے مسلمانوں کو یہ موقع مل گیا کہ حوض بنا بنا کر پانی جمع کر لیں اور یہ بھی فائدہ ہو گیا کہ ریت جم گئی اور پاؤں زمین میں دھنسنے سے رک گئے اور دوسری طرف قریش والی جگہ میں کیچڑ کی سی صورت ہو گئی اور اس طرف کا پانی بھی کچھ گدلا اور میلا ہو گیا۔“

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 356 – 357)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور فرمایا کہ صحیح رائے یہی ہے جس کا حضرت حُبَاب بن مُنذِر نے مشورہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حُبَاب! تم نے عقل کا مشورہ دیا۔ غزوہ بدر میں خزرج کا جھنڈا حضرت حُبَاب بن مُنذِر کے پاس تھا۔ حضرت حُبَاب بن مُنذِر کی عمر 33 سال تھی جب غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 10 غزوہ بدر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ان کے بارے میں مزید حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرۃ خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخبروں سے لشکر قریش کے قریب آ جانے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپ نے اپنے ایک صحابی حُبَاب بن مُنذِر کو روانہ فرمایا کہ وہ جا کر دشمن کی تعداد اور طاقت کا پتہ لائیں اور آپ نے انہیں تاکید فرمائی کہ اگر دشمن کی طاقت زیادہ ہو اور مسلمانوں کے لئے خطرے کی صورت ہو تو پھر واپس آ کر مجلس میں اس کا ذکر نہ کرنا کہ بہت بڑی تعداد ہے بلکہ علیحدگی میں اطلاع دینا تا کہ اس سے مسلمانوں میں کسی قسم کی بددلی نہ پھیلے۔ حُبَاب خفیہ خفیہ گئے اور نہایت ہوشیاری سے تھوڑی دیر میں ہی واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سارے حالات عرض کر دیئے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 484)

یَحْیٰ بن سعد سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم قُرَیظہ اور یوم النَّضِیر کے موقع پر جب لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت حُبَاب بن مُنذِر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم محلات کے درمیان میں پڑاؤ کریں۔ (یعنی ان کے قریب ترین جائیں تا کہ وہاں کی باتیں بھی معلوم ہو سکیں اور نگرانی بھی صحیح ہو سکے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مشورہ پر عمل کیا۔ حضرت عمر کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 427- 428 حباب بن منذر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت مسلمانوں کی جو صورتحال تھی اس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح کنٹرول میں لائے اس کا یہ واقعہ ہے کہ ”حضرت ابو بکر نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ دیکھو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یقیناً فوت ہو گئے اور جو اللہ کو

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پوجتا تھا تو اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت بھی پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وَسَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ (آل عمران:145) کہ محمد صرف ایک رسول ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پھر کیا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔

سلیمان کہتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ سلیمان کہتے ہیں کہ اور انصار بنی ساعدہ کے گھر حضرت سعد بن عبادۃ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح ان کے پاس گئے۔ حضرت عمر بولنے لگے تھے کہ حضرت ابوبکر نے انہیں خاموش کیا۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے جو بولنا چاہا تھا تو اس لئے کہ میں نے ایسی تقریر تیار کی تھی جو مجھے پسند آئی تھی اور مجھے ڈر تھا کہ حضرت ابوبکر اس تک نہ پہنچ سکیں گے یعنی ویسا نہ بول سکیں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر نے تقریر کی اور ایسی تقریر کی جو بلاغت میں تمام لوگوں کی تقریروں سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر کے اثناء میں یہ بھی کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو۔ حُبَاب بن مُنذِر نے یہ سن کر کہا کہ ہرگز نہیں۔ یہاں یہ ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ حُبَاب بن مُنذِر کا یہاں ذکر آتا ہے۔ حُبَاب بن مُنذِر نے یہ سن کر یہ کہا کہ ہرگز نہیں اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر آپ میں سے ہوگا۔ یعنی قریش میں سے بھی ہو اور انصار میں سے بھی ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں بلکہ امیر ہم ہیں اور تم وزیر ہو۔ کیونکہ یہ قریش لوگ بلحاظ نسب تمام عربوں سے اعلیٰ ہیں اور بلحاظ حسب وہ قدیمی عرب ہیں اس لئے عمر یا ابوعبیدۃ کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر نے کہا نہیں بلکہ ہم تو آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی اور لوگوں نے بھی ان سے بیعت کی۔ اس وقت سب نے پھر بیعت کر لی۔

(صحیح البخاری کتاب الفضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3668)

حضرت حُبَاب بن مُنذِر سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ان دو باتوں میں سے کون سی آپ کو زیادہ پسند ہے؟ یہ کہ آپ دنیا میں اپنے صحابہ کے ساتھ رہیں یا یہ کہ اپنے رب کی طرف ان وعدوں کے ساتھ لوٹیں جو اس نے نعمتوں والی جنتوں میں قائم رہنے والی نعمتوں کا آپ سے وعدہ کیا ہے اور اس کا بھی وعدہ کیا ہے کہ جو آپ کو پسند ہو اور جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ بتاؤ تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ تو صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ہوں اور ہمیں ہمارے دشمن کی کمزوریوں سے آگاہ کریں اور اللہ سے دعا کریں تا کہ وہ ان کے خلاف ہماری مدد کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آسمان کی خبروں سے آگاہ کریں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُبَاب بن مُنذِر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم نہیں بولتے؟ بڑے خاموش بیٹھے ہو۔ کہتے ہیں میں نے اس پر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جو آپ کے رب نے آپ کے لئے پسند فرمایا ہے وہ اختیار کریں۔ پس آپ نے میری بات کو پسند فرمایا۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد3 صفحہ 483 کتاب معرفة الصحابہ رضی اللہ عنہ ذکر مناقب الحباب بن المنذر رضی اللہ عنہ حدیث 5803 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت رِفَاعَہ بن رافع بن مالک بن عَجْلَان۔ یہ بھی انصاری ہیں۔ ان کی وفات حضرت امیر معاویہ کی امارت کے ابتدائی ایام میں ہوئی۔ حضرت رِفَاعَہ بن رافع بن مالک بن عَجْلَان۔ ان کی کنیت ابومُعَاذ ہے۔ والدہ ام مالک بنت اُبَیّ بن سَلول تھیں جو عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلول سردار المنافقین کی بہن تھیں۔ یہ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ غزوہ بدر اور اُحد اور خندق اور بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ کے دو بھائی تھے خلّاد بن رافع اور مالک بن رافع۔ یہ بھی غزوہ بدر میں شامل تھے۔

(اسد الغابہ جلد2 صفحہ 279 رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 447 رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت معاذ نے اپنے باپ حضرت رِفَاعَہ بن رافع سے روایت کی ہے اور ان کے باپ اہل بدر میں سے تھے، انہوں نے کہا کہ جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا آپ مسلمانوں میں اہل بدر کو کیا مقام دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بہترین مسلم یا ایسا ہی کوئی کلمہ فرمایا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اور اسی طرح وہ ملائکہ بھی افضل ہیں جو جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب شهود الملائکة بدرا حدیث 3992)

ملائکہ کس طرح جنگ میں شریک ہوئے؟ حضرت سید زین العابدین شاہ صاحب نے بخاری کی جو شرح لکھی ہے بخاری کی اس میں ان فرشتوں کے شریک ہونے کے حوالے سے جو وضاحت بیان کی ہے وہ اس طرح ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ اِذْ يُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ (الانفال:13) کہ یہ وہ وقت تھا جب تیرا رب ملائکہ کو بھی وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس مؤمنوں کو ثابت قدم بناؤ۔ میں کفار کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔ پس اے مومنو تم ان کی گردنوں پر حملے کرتے جاؤ اور ان کے پور پور پر ضرب لگاتے جاؤ۔ ضرب الْاُعْنَاق اور ضربُ الرِّقَاب اور ضَرْبُ كُلَّ بَنَان سے مراد زوردار حملہ ہے جس میں نشانے کی صحت ملحوظ ہے۔“ اس سے ملتی جلتی دو تین روایتیں ہیں ان کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”روایات زیر باب میں فرشتوں کی موجودگی اور مشاہدے کا جو ذکر ہے وہ از قبیل مکاشفات ہے۔ (یعنی مکاشفہ کی صورت میں ہے) اور ان کی جنگ بھی اس قسم کی ہے جو اُن کے مناسب حال ہے۔ (یعنی جو فرشتوں کے مناسب حال جنگ ہوتی ہے وہ ہے) نہ تیر و تفنگ کی۔ (فرشتوں نے کوئی تیر اور تلواریں نہیں اٹھائی تھیں۔) اور ان کا مشاہدہ روحانی بینائی سے ہوتا ہے، نہ جسمانی آنکھ سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشاہدہ فرمایا اور صحابہ کرام نے بھی اور ایسا ہی مشاہدہ اولیاء اللہ کو بھی ہوتا ہے۔ (کہ ملائکۃ اللہ کس طرح لڑتے ہیں) ملائکۃُ اللہ ہی کے تصرف میں سے تھا (یہ وضاحت شاہ صاحب کرتے ہیں) کہ عمائد قریش واقعہ نخلہ سے مشتعل ہو کر اپنے طیش میں آپے سے باہر ہو گئے اور یہی واقعہ بعد کی جنگوں کا ایک سبب بنا جن میں کفار قریش کی ہلاکت سے متعلق تقدیر الٰہی پوری ہوئی۔ ملائکۃ اللہ کا طریق کار ہمارے طریقہ کار سے جدا اور ان کا اسلوب جنگ ہمارے اسلوب جنگ سے نرالا ہے۔ بدر کے مقام پر دشمن کا عَقَنْقَلُ (تودۂ ریگ) کے فراز میں پڑاؤ کرنا (وہ اونچائی پر تھے) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نشیب وادی میں اترنا اور صحابہ کرام کی قلیل تعداد کا دشمن کی نظر سے اوجھل رہنا، بادوباراں کا ظہور، (بارش ہو گئی۔ اس کا ظہور ہونا) صحابہ کرام کا ایک ایک تیر کا اپنے نشانے پر ٹھیک بیٹھنا۔ (جو بھی تیر صحابہ چلاتے تھے وہ نشانے پر صحیح بیٹھتا تھا۔ اس کا صحیح بیٹھنا) اور کاری ثابت ہونا، دشمن کی سراسیمگی اور صحابہ کرام کی دلجمعی۔ (دشمن پریشان تھا اور صحابہ کرام بڑی مستقل مزاجی اور دلجمعی سے جنگ لڑ رہے تھے۔) یہ سب ملائکۃ اللہ کے تصرف کا کرشمہ تھا جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دی تھی کہ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔ (الانفال:10) کہ اور اس وقت کو بھی یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے التجائیں کرتے تھے اس پر تمہارے رب نے تمہاری دعاؤں کو سنا اور کہا کہ میں تمہاری مدد ہزاروں فرشتوں سے کروں گا جن کا لشکر کے بعد لشکر بڑھ رہا ہوگا۔“ پھر لکھتے ہیں کہ ”دعائے نبوی کی قبولیت سے ظاہری اسباب میں جو جنبش پیدا ہوئی اس کے اندر ایک عجیب تسلسل دکھائی دیتا ہے۔ اس کے حصوں پر یکجائی نظر ڈالنے سے ملائکۃ اللہ کا لشکر بیکراں کارفرما نظر آتا ہے۔ (آپ بیان کرتے ہیں کہ) کس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نازک گھڑی میں بحفاظت مکہ مکرمہ سے نکالا اور کس نے اہل مکہ کو غافل رکھا اور پھر کس نے انہیں غار ثور تک لا کر آپ کے تعاقب سے قریش کو ناامید واپس لوٹا دیا اور کس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچایا جو اسلام کی ترقی کا اہم مرکز بنا۔“

پھر لکھتے ہیں کہ ”حضرت عباس کا ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ میں بحالت شرک رہنا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی ہمدردی رکھنا اور آپ کو مدینہ منورہ میں قریش مکہ کے بدارادوں اور منصوبوں سے آگاہ کرتے رہنا (یعنی حضرت عباس کے ذریعہ سے)۔ یہ بھی ملائکۃ اللہ کے تصرف کا ایک حصہ ہے۔“ (یہ ملائکہ اس طرح کام کرتے ہیں)۔ ان سب واقعات کے پس پردہ ملائکہ ہی کی تحریک کارفرما تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور فتح و ظفرمندی کا پس منظر ایمان افروز آیت اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (الانفال:10) کی تفسیر پیش کرتا ہے۔“

پھر شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ”میں نے صحیح بخاری مکمل حضرت خلیفہ اول حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے اور اسی طرح قرآن مجید بھی کئی بار درساً درساً سنا اور پڑھا ہے۔ آپ (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاول) ملائکۃ اللہ کے تعلق میں فرمایا کرتے تھے کہ نورالدین کو بھی ملائکۃ اللہ سے ہمکلام ہونے کا موقع ملا ہے اور نظام مَلَکی بہت وسیع نظام ہے۔ انسان کے قویٰ اور ملکات میں سے ہر قوت و ملکہ کے لئے بھی ملائکہ متعین ہیں۔ قوت بصر و بصیرت، قوت سمع و سماعت، قوت لمس و بطش اور عقل و شعور اور قوائے مفکّرہ و مدبّرہ کے ساتھ اگر ملائکۃ اللہ کی مدد اور ہم آہنگی نہ ہو تو یہ قوتیں بیکار بلکہ نقصان دہ ہو جاتی ہیں۔“ (ساری انسانی استعدادیں اور قوتیں جو ہیں وہ فرشتوں کی وجہ سے

ہی کارآمد ہوتی ہیں۔) پھر لکھتے ہیں کہ ”تیر یا گولی کی شست ونشست اسی وقت اپنے نشانے پر راس آ سکتی ہے جب عقل وشعور اپنے ٹھکانے پر اور دور ونزدیک کے فاصلے کا اندازہ صحیح ہو۔ اوسان بجا ہوں۔ قوت قلبیہ برقرار ہو ورنہ تیر خطا جائے گا۔“ لکھتے ہیں کہ (خلیفہ اول) ”فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایک ذہنی اور جسمانی قوت کے ساتھ ملائکۃ اللہ متعین ہیں اور ان کا تعلق ہر انسان کی ہر قوت سے مختلف حالات کفر وایمان میں کم وبیش ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ان کی تعداد غزوہ بدر کے ذکر میں تین ہزار اور غزوہ اُحد میں پانچ ہزار بتائی ہے۔ یہ فرق موقع ومحل کے اختلاف اور اہمیتِ فرضِ منصبی کی وجہ سے ہے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی تعداد کم اور جنگ اُحد میں زیادہ اور اسی نسبت سے خطرہ بھی زیادہ اور ملائکہ کی حفاظت بھی زیادہ تعداد میں نازل کئے جانے کا وعدہ ہے۔ فرماتا ہے وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (آل عمران: 127)۔ کہ موعودہ نصرت الٰہی کا ظہور اللہ تعالیٰ کی صفت عزیزیت اور صفت حکیمیت سے ہے۔ یہ دونوں صفتیں حسن تدبیر اور کامل غلبہ واستحکام کی متقاضی ہیں جن میں اسباب نصرت کے تمام حلقے ایک دوسرے سے پیہم پیوست ہوتے ہیں۔ ان میں تسلسل واحکام پایا جاتا ہے اور وہ محکم تدبیر الٰہی سے قَوِی ومضبوط کئے جاتے ہیں۔“

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکۃ بدرا جلد 8 صفحہ 71 تا 73 نظارت اشارت ربوہ)

تو یہ ہے وہ ساری اس علم کی گہرائی جو ملائکۃ اللہ کے جنگ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے بھیجے تھے جو جنگ کر رہے تھے نہ یہ کہ فرشتے خود مار رہے تھے۔ اور بعضوں کے نزدیک تو یہ بھی روایتوں میں ہے کہ فرشتوں نے جن کو مارا اور جن کو زخم لگائے ان کی پہچان بالکل علیحدہ تھی اور جو صحابہ کے ذریعہ سے لوگوں کو زخم پہنچ رہے تھے ان کی پہچان علیحدہ تھی۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الغازی باب شھود الملائکۃ بدرا جلد 7 صفحہ 312 حدیث 3992 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

یہ غلط چیز ہے۔ اصل یہی ہے کہ فرشتے انسانی قویٰ کو صحیح طرح رہنمائی کرتے ہیں اور ان کا صحیح استعمال کرتے ہیں اور فرشتوں کی طرف سے جب یہ ہو رہا ہوتا ہے تو وہی فرشتوں کا لڑنا ہے۔

حضرت یحییٰ نے مُعاذ بن رِفَاعَہ بن رافع سے روایت کی ہے۔ حضرت رِفَاعَہ اہل بدر میں سے اور ان کے والد حضرت رافع عقبہ میں بیعت کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ حضرت رافع اپنے بیٹے حضرت رِفَاعَہ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات خوش نہ کرتی کہ بجائے بدر میں شریک ہونے کے مَیں عقبہ میں بیعت کرنے والوں میں شامل ہوتا۔ یعنی یہ بات میرے لئے بہت بڑی بات ہے، میرے لئے یہ زیادہ قابل اعزاز ہے کہ میں جنگ بدر میں شامل ہوا بہ نسبت اس کے کہ بیعت عقبہ میں مَیں نے بیعت کی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکۃ بدرا حدیث 3993)

ایک بہت بڑا اعزاز مجھے جنگ بدر میں شامل ہو کے ملا۔ حضرت رِفَاعَہ بن رافع جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ہمراہ تھے۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ کی طرف لشکر کے ہمراہ نکلے تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی اہلیہ اُمّ الفضل بنتِ حارث نے حضرت علیؓ کو ان کے خروج کی اطلاع دی۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا حیرت ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا اور بغیر اکراہ کے میری بیعت کی۔ میں نے زبردستی تو نہیں کہا تھا کہ بیعت کرو۔ لوگوں نے میری بیعت کی اور طلحہؓ اور زبیرؓ نے بھی میری بیعت کی اور اب وہ لشکر کے ہمراہ عراق کی طرف نکل پڑے ہیں۔ اس پر حضرت رِفَاعَہ بن رافع نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہمارا گمان تھا کہ ہم لوگ یعنی انصار اس خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور ہمارا مقام دین میں بڑا ہے مگر آپ لوگوں نے کہا کہ ہم مہاجرین اوّلین ہیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور قریبی ہیں اور ہم تمہیں اللہ کی یاد دلاتے ہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں ہم سے مزاحمت نہ کرو اور تم لوگ خوب جانتے ہو کہ ہم نے اس وقت تمہیں اور (خلافت کے) امر کو چھوڑ دیا تھا۔ (ہم نے پھر بحث نہیں کی اور بالکل کامل اطاعت کے ساتھ خلافت کی بیعت کر لی۔)“ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ہم نے دیکھا کہ حق پر عمل ہو رہا ہے اور کتاب اللہ کی پیروی کی جا رہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قائم ہے تو ہمارے پاس راضی ہونے کے علاوہ کوئی اور چارہ ہی نہ تھا اور اس کے سوا ہمیں کیا چاہئے تھا اور ہم نے آپ کی بیعت کی اور پھر اس سے رجوع نہیں کیا۔ (پھر پیچھے ہٹے نہیں۔) اب آپ سے ان لوگوں نے مخالفت کی ہے جن سے آپ بہتر ہیں اور زیادہ پسندیدہ ہیں۔ پس آپ ہمیں اپنے حکم سے مطلع فرمائیں۔ اسی اثناء میں حَجَّاجُ بن غَزِیَّہ اَنصاری آئے اور انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! اس معاملے کا تدارک اس سے پہلے کرنا چاہئے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ میری جان کو کبھی چین نصیب نہ ہو، اگر میں موت کا خوف کروں۔ اے انصار کے گروہ! امیر المومنین کی دوسری دفعہ مدد کرو جس طرح تم نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی۔ اللہ کی قسم! یہ دوسری مدد پہلی مدد کی مانند ہوگی سوائے اس کے کہ ان دونوں میں سے پہلی مدد افضل ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 280-281 رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہرحال ان کی وفات حضرت امیر معاویہ کی امارت کے ابتدائی ایام میں ہوئی۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 497 رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

تو یہ تھا صحابہ کا ذکر۔ گزشتہ خطبہ کے واقعہ کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک واقعہ کی مزید وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے حضرت عمارؓ کے بارے میں بیان کیا تھا کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے ان کی وفات پر بڑے افسوس اور فکر کا اظہار کیا تھا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تھا کہ عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا اور حضرت عمرو بن عاص کو فکر اس لئے تھی کہ وہ امیر معاویہ کی طرف تھے اور حضرت عمار کو شہید کرنے والے حضرت امیر معاویہ کے فوجی تھے۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 474 کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حدیث 5726 مطبوعہ دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع 1997ء)

بہرحال اس بات پر بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ جب یہ باغی گروپ میں تھے تو پھر ان کا نام اتنی عزت سے کیوں لیا جاتا ہے اور حضرت امیر معاویہ کو بھی جماعت کے لٹریچر میں ایک مقام ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ صحابہ کا جو مقام ہے ہمارا کام نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ بخشا جائے گا اور یہ نہیں بخشا جائے گا۔ جس بھی غلط فہمی یا غلطی کی وجہ سے یہ افسوسناک واقعہ ہوا اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اس کا خمیازہ مسلمانوں نے بھگتا بھی۔ یہ سوال ان لوگوں کے ذہنوں میں اٹھتے تھے جو اس زمانے میں تھے اور پھر وہ اپنی بے چینی کو دور کرنے کے لئے دعا بھی کرتے ہوں گے کہ یہ کیا ہو گیا کہ یہ بھی صحابی اور وہ بھی صحابی اور ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رہنمائی بھی مانگتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی بھی فرماتا تھا)۔

چنانچہ ایک روایت ہے ابوضحیٰ سے مروی ہے کہ عَمْرو بن شُرَحْبِیْل ابومَیْسَرَۃ نے (جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے فاضل شاگردوں میں سے تھے) خواب میں دیکھا کہ ایک سرسبز باغ ہے جس میں چند خیمے نصب تھے۔ ان میں حضرت عمارؓ بن یاسر بھی تھے اور چند اور خیمے تھے جن میں ذُوالْقَلَاع تھے۔ تو ابومیسرۃ نے پوچھا یہ کیسے ہو گیا کہ ان لوگوں نے تو باہم قتال کیا تھا، جنگ کی تھی۔ جواب ملا کہ ان لوگوں نے پروردگار کو وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃ یعنی بہت بڑا بخشش والا پایا ہے اس لئے اب وہاں اکٹھے ہو گئے۔

(السنن الکبریٰ للبیھقی جلد 8 صفحہ 302 کتاب قتال اھل البغی باب الدلیل علی ان فئۃ الباغیۃ... الخ حدیث 16720 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پس یہ معاملات اب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ ان معاملات اور اختلافات کو ہمارا کام نہیں کہ اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ ان معاملات کو دلوں میں رکھنے کی وجہ سے اور جنگوں کی وجہ سے ہی مسلمانوں کے دلوں میں دوری بڑھتی چلی گئی اور مسلمانوں میں اور تفرقہ پیدا ہوتا چلا گیا اور اس کا نتیجہ ہم آج بھی دیکھ رہے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے لئے بھی سبق ہیں کہ ان باتوں کو دلوں میں لانے کی بجائے وحدت پر قائم ہوں۔ جب ایک دفعہ میں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے امیر معاویہ کا کوئی واقعہ بیان کیا تھا تو کسی نے مجھے عرب ملکوں میں سے یہ لکھا کہ وہ تو باغی اور قاتل گروہ تھا اور اس کا سردار تھا۔ اس کا نام آپ اتنی عزت سے کیوں لیتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہ جو خواب کی روایت ہے یہ کافی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت وسیع ہے۔ ہمیں اپنے معاملات سنبھالنے چاہئیں اور ان لوگوں کے بارے میں اب بجائے کچھ سوچنے کے، کہنے کے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بعض جگہ حضرت امیر معاویہ کے حوالے سے تعریفی بات کی ہے۔

(ماخوذ از ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 552)

پس ہمیں بھی ان بزرگوں کی غلطیوں پر کچھ کہنے کی بجائے ان سے سبق لینا چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں ایک جگہ یہ بھی آتا ہے کہ جب حضرت علیؓ اور ان کی جنگ ہو رہی تھی اور اختلافات بڑے وسیع ہو رہے تھے تو اس وقت کے عیسائی بادشاہ نے کہا کہ مسلمانوں کی حالت اب کمزور ہے تو حملہ کرنا چاہا۔ حضرت امیر معاویہ کو جب یہ پتہ لگا تو انہوں نے کہا کہ تمہاری اگر یہ سوچ ہے تو یاد رکھو کہ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کے جھنڈے کے نیچے لڑنے والا سب سے پہلا جرنیل میں ہوں گا جو اُن کے جھنڈے کے نیچے ان کی طرف سے تمہارے خلاف لڑوں گا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 430)

پس ہوش سے کام لو۔ تو بہرحال ان لوگوں کا یہ مقام بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ ایک رہیں اور وحدت پر قائم رہیں اور نیکیوں میں بڑھنے والے ہوں۔

☆...☆...☆

میدانِ نعتِ رسول مقبول ﷺ
اور اس کے سرخیل۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(خواجہ عبدالعظیم احمد، مبلغ نائیجیریا)

تیسری و آخری قسط

نعت گوئی اور زبان اردو

برصغیر میں اسلام کی آمد کے بعد صوفیا و مشائخ نے تبلیغِ دین کا فرض ادا کیا۔ مسلمان حضور اکرم ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ اس والہانہ محبت وعقیدت کا منطقی نتیجہ شعر وسخن کی صورت میں برآمد ہوا۔ ان صوفیا و مشائخ میں سے اکثر مثلاً نظام الدین اولیا، امیر خسرو وغیرہ قادر الکلام شعراء تھے۔ سوانہوں نے نعت گوئی کو اصلاح وتربیتِ اُمّت کے لئے ایک ممد و معاون ذریعہ سمجھا۔ اور فارسی، ہندی اور اردو زبان میں مذہبی کلام کہے اور انہیں عوام الناس میں رواج دیا۔ برصغیر میں نعت گوئی مدحت سرائی رسول ﷺ سے بڑھ کر ذریعہ تعلیم وتربیتِ اُمّت، اصلاح احوال اور ایک پیغام کی صورت اختیار کر گئی۔

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی نعت کا معنیٰ و مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نعت کے معنی و مفہوم اور تعریف وتوصیف میں یہی کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو، مدح ہو، ثنا ہو، تعریف وتوصیف ہو، سراپا کا بیان ہو، شبیہ وشمائلِ اقدس کی لفظی تصویر کشی ہو، عادات واخلاق کا بیان ہو، فضائل ومحاسن جمیلہ کا اظہار ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو، آپ سے استغاثہ وفریاد ہو، عقیدت ومحبت کے جذبات کی ترجمانی ہو، مقصد وبعثتِ نبوت کا تذکرۂ خیر ہو یا ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل ہو۔ الغرض ہر وہ ادبی کاوش جو اپنے قاری یا سامع کو مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرے اور قرب کا احساس پیدا کرے چاہے وہ نثری ہو یا نظمی بلاشبہ ''نعت'' ہے۔''

(http://faroghenat.org/index.php?threads/63

نعت کی تعریف: لغوی اور اصطلاحی مفہوم)

شاہ معین الدین ندوی نعت لکھنے کے بارہ میں ایک بنیادی نقطہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نعت کہنا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ محض شاعری کی زبان میں ذاتِ پاک نبی صلعم کی عامیانہ توصیف کر دینا بہت آسان ہے، لیکن اس کے پورے لوازم و شرائط سے عہدہ برآ ہونا بہت مشکل ہے۔ حُبِ رسول صلعم کے ساتھ نبوت کے اصلی کمالات اور کارناموں، اسلام کی صحیح روح، عہدِ رسالت کے واقعات اور آیات واحادیث سے واقفیت ضروری ہے، جو کم شعراء کو ہوتی ہے۔ اس کے بغیر صحیح نعت گوئی ممکن نہیں۔ نعت کا رشتہ بہت نازک ہے۔ اس میں ادنیٰ سی لغزش سے نیکی برباد، گناہ لازم آجاتا ہے۔ اس پُلِ صراط کو عبور کرنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ یہ وہ بارگاہ اقدس ہے جہاں بڑے بڑے قدسیوں کے پاؤں لرز جاتے ہیں''۔

ان دو قابل ذکر علماء نے اردو زبان میں نعت گوئی کے معیار، آپ کی مدح وثنا، شبیہ وشمائلِ اقدس کی لفظی تصویر، عادات واخلاق کا بیان، فضائل ومحاسن جمیلہ کا اظہار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب، آپ سے استغاثہ وفریاد، عقیدت ومحبت کے جذبات کی ترجمانی، مقصد وبعثتِ نبوت کا تذکرہ جیسے لوازم وشرائط، حضور ﷺ کے کمالات، اسلام کی روح، عہدِ رسالت کے واقعات، آیات واحادیث سے واقفیت، نعت کا رشتہ کی نزاکت اور اس میں نہ صرف ادنیٰ سی لغزش سے نیکی برباد، گناہ لازم قرار دیا۔ بلکہ اس کو پُلِ صراط کی طرح قرار دیا۔ گویا ہمارے غیروں کے نزدیک ایک نعت میں یہ تمام یا ان میں سے بعض لوازم ہونے ضروری ہیں۔

اب ذیل میں بعض مشہور ومعروف نعت گو شعراء کی نعتوں کا ذکر کیا جائے گا اور پھر آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق علیہ السلام کی محبت سے بھری نعتوں کا ذکر کر کے یہ جائزہ لیا جائے گا کہ کس نے ان تمام لوازمِ نعت کو اپنے کلام میں کس قدر بیان کیا اور کون اس میدان کا صحیح معنیٰ میں سرخیل کہلا سکتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ان نعتوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مقالہ کے لکھنے کے باعث کا ذکر کیا جائے۔ کچھ عرصہ قبل ایک نجی ٹی وی چینل پر ربیع الاول کی مناسبت سے نعتیہ مقابلے چل رہے تھے کہ ایک مشہور نعت خوان جناب حاجی صدیق صاحب نے ایک بچے کی نعت پر تبصرہ کیا کہ ''آپ کو پتہ ہے کہ یہ نعت اعلیٰ حضرت احمد خان رضا بریلوی کی ہے، اور یہ نعت بلا شبہ امام الکلام ہے۔''

اس تبصرہ کو سننے کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے نظیر نعتیں اور قصائد کانوں میں گونجنے لگے۔ کہیں سے یا عین فیض اللہ کی صدا آئی اور کہیں سے ''اگر خواہی دلیلے عاشقش باش'' کی آواز سننے کو ملی۔ کبھی ''من کلّ آن من سناہ انوّر'' کی خوبصورت بازگشت سنائی دی۔ اور کہیں کوئی ''کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے''۔ گنگناتا ہوا محسوس ہوا۔ دل بھی بے قرار ہوا کہ جس کو خدا نے اس زمانے کا امام بنایا تو پھر اُسی کا کلام امام الکلام ہو سکتا ہے دوسرا اس کا کیونکر دعویٰ کرے۔ پھر سوچا کچھ باتوں کو اکٹھا کر کے کلام کا جائزہ لیا جائے۔ وباللہ التوفیق!

جیسا کہ پہلے نعت کے لوازم سے متعلق بعض علماء کے اقوال درج کئے گئے تھے اور ان علماء نے نعت کے لوازم میں فضائل ومحاسن جمیلہ کا اظہار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب، آپ سے استغاثہ وفریاد، عقیدت ومحبت کے جذبات کی ترجمانی، مقصد وبعثتِ نبوت کا تذکرہ، حضور ﷺ کے کمالات اور اسلام کی روح وغیرہ جیسے لوازم و شرائط کا ذکر کیا تھا۔ یہ تمام لوازم اپنی معراجی کیفیت میں ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ایک لاجواب نعت میں ملتے ہیں،

آپؑ فرماتے ہیں:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جان محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
تیرا مَے خانہ جو اک مرجع عالم دیکھا
خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شان حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

(روحانی خزائن، کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن: جلد5–آئینہ کمالات اسلام: صفحہ224 تا226)

اس معرکۃ الآراء نعت کے بعد آئیے بعض علماء کی نعتوں میں سے چنیدہ کا تذکرہ کریں جن کے کہنے والوں کے ساتھ ساتھ ان نعتوں کا بھی بہت شہرہ ہے۔

ذیل میں مولوی مصطفی رضا نوری بریلوی کی ایک نعت دی جاتی ہے اور یہاں اس کا مقصود ایک تقابلی جائزہ ہے۔ یہ تقابلی جائزہ قاری پر موقوف ہوگا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ نظم اور جناب مصطفیٰ بریلوی صاحب کی نعت میں ''لوازمِ نعت'' کا جائزہ لیں۔ اس جائزہ میں تشبیہ وکنارہ اور تلمیح واستعارہ کو بھی پیش نظر رکھا جائے تا معلوم ہو کہ کس کی نعت سند کا درجہ رکھتی ہے۔

قفسِ جسم سے چھٹتے ہی یہ پرّاں ہوگا
مرغِ جاں گنبدِ خضرا پہ غزل خواں ہوگا
روز و شب مرقدِ اقدس کا جو نگراں ہوگا
اپنی خوش بختی پہ وہ کتنا نہ نازاں ہوگا
اس کی قسمت کی قسم کھائیں فرشتے تو بجا
عید کی طرح وہ ہر آن میں شاداں ہوگا
اس کی فرحت پہ تصدق ہوں ہزاروں عیدیں
کب کسی عید میں ایسا کوئی فرحاں ہوگا
چمنِ طیبہ میں تو دل کی کلی کھلتی ہے
کیا مدینہ سے سوا روضۂ رضواں ہوگا
آپ آجائیں چمن میں تو چمن جانِ چمن
خاصہ اک خاک بسر دشتِ مغیلاں ہوگا
جانِ ایماں ہے محبت تری جانِ جاناں
جس کے دل میں یہ نہیں خاک مسلماں ہوگا
دردِ فرقت کا مداوا نہ ہوا اور نہ ہو
کیا طبیبوں سے مرے درد کا درماں ہوگا
نورِ ایماں کی جو مشعلِ رہے روشن پھر
تو روز و شب مرقدِ نوریؔ میں چراغاں ہوگا
اک غزل اور چمکتی سی پڑھو اے نوری
دل جلا پائے گا میرا ترا احساں ہوگا

دیگر لوازمِ نعت میں آپ ﷺ کی مدح وثنا، شبیہ وشمائلِ اقدس کی لفظی تصویر اور عادات واخلاق کا بیان شامل ہیں۔ ان کا زبردست اظہار حضور علیہ السلام کی ایک اور نظم کے بعض خوبصورت نعتیہ اشعار کچھ یوں ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر ایک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پَردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی ۔ وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نِعم العطا یہی ہے
آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مَہ لقا یہی ہے

(روحانی خزائن۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن: جلد20– تجلّیاتِ الٰہیہ: صفحہ456)

گویہ انتخاب ایک طویل نظم میں سے ہے مگر پھر بھی دیکھئے حضور علیہ السلام نے ''پیشوا'' سے ''مہ لقا'' تک کا سفر کمال خوبصورتی اور زبردست فصاحت سے کیا۔ پہلے پہل ایک مبتدی کو حضور ﷺ ''پیشوا'' کی حیثیت میں نظر آتے ہیں مگر جب عرفانی محبت اپنے ارتقائی معراج کی طرف سبک روی سے گامزن ہوتی ہے تو وہ ''پیشوا'' ''مہ لقا'' نظر آتا ہے۔

اب جناب نوری بریلوی کی ہی ایک اور نعت شامل کروں گا جس کا ایک سرسری جائزہ اوپر والے کلامِ امامؑ سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

بہ خطِ نور اس در پر لکھا ہے
یہ بابِ رحمتِ ربِّ عُلا ہے
سر خیرہ جو اس در پر جھکا ہے
ادا ہے عمر بھر کی جو قضا ہے
مقابل در کے یوں کعبہ بنا ہے
یہ قبلہ ہے تو تُو ، قبلہ نما ہے
یہاں سے کب کوئی خالی پھرا ہے
سخی داتا کی یہ دولت سرا ہے
جسے جو کچھ ملا جس سے ملا ہے
حقیقت میں وہ اس در کی عطا ہے
یہاں سے بھیک پاتے ہیں سلاطیں
اسی در سے انہیں ٹکڑا ملا ہے
شبِ معراج سے ظاہر ہوا ہے
رسل ہیں مقتدی تو مقتدا ہے
خدائی کو خدا نے جو دیا ہے
اسی در سے اسی گھر سے ملا ہے
شہ عرش آستاں اللہ اللہ!
تصور سے خدا یاد آرہا ہے
یہ وہ محبوبِ حق ہے جس کی رؤیت
یقیں مانو کہ دیدارِ خدا ہے

رمی جس کی رمی ٹھہری خدا کی
کتاب اللہ میں اللہ رمیٰ ہے
مَے محبوب سے سرشار کردے
اویسِ قرَنی کو جیسا کیا ہے
گما دے اپنی الفت میں کچھ ایسا
نہ پاؤں مَیں میں مَیں جو بے بقا ہے
عطا فرما دے ساقی جامِ نوری
لبالب جو چھتوں کو دیا ہے

یہ نعت جناب نوری بریلوی کی بہت معروف نعتوں میں سے ہے۔

ایک جگہ اپنے اخلاص سے بھرپور غیر متزلزل ایمان واعتقاد کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدؐ مختار ہیں

(روحانی خزائن۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن: جلد3— اِزالہ اوہام: صفحہ514)

ایک جگہ فرمایا:

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلامِ احمد ہے
ابنِ مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غُلامِ احمدؐ ہے

(روحانی خزائن۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن: جلد18— دافِعُ البَلاَءِ وَمِعیَا رُاھلِ الاصطِفَاءَ: صفحہ240)

جناب شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے جب اپنی مشہور زمانہ نعتیہ رباعی لکھی تو صرف تین مصرعے ہی لکھ پائے۔ چوتھا بنائے نہ بنتا تھا۔ رات کو سوئے اور خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مصرعے لکھے ہیں وہ سناؤ! سعدی نے تینوں مصرعے سنائے اور خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس رباعی میں ’’صلوا علیہ و آلہٖ‘‘ بڑھا لو۔ اور ایسے یہ نعتیہ رباعی مکمل ہوگئی۔

بلغ العلیٰ بکماله	کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع خصاله	صلوا علیه و آلهٖ

امر واقعہ یہ ہے کہ جو مدحت رسول وحی والہام کے پانی سے سیراب نہ ہو وہ اس مدحت کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتی جو وحی والہام کے تازہ بتازہ پانی سے سرفراز ہوتی ہے۔ اس لئے امام الکلام صرف اور صرف کلام الامام (وہ امام جو خدائے بزرگ و برتر سے تائید یافتہ ہے) ہی ہوسکتا ہے۔ وہ کلام مبارک ہوتا ہے۔ اس میں نہ افراط کی کوئی گنجائش ہوتی ہے نہ تفریط کا خوف۔ نہ وہ کلام شرقی ہوتا ہے اور نہ ہی غربی۔ وہ روحانی پھلوں سے مالا مال درخت کی صورت ہوتا ہے جو اللہ کے حکم سے اپنے پھل ہمہ وقت بہم دیتا ہے۔

نعت کے لکھنے والے علماء وشعراء نے نعت گوئی کے بعض اصول بیان کئے ہیں اور بعض خدشوں کا ذکر بھی کیا۔ اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والے ہیں اور آپؑ کو حکم وعدل بنا کے بھیجا گیا۔ آپؑ نے اپنے کلام اور اپنی تعلیمات سے جماعت کی ایسے رنگ میں تربیت کی ہے کہ ہمیں نہ ہی ان خدشات کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی کسی تکلّف کی۔ کیونکہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی سچی تعلیم سے روشناس کروایا جس میں نہ تو افراط تھا نہ تفریط، نہ لوچ تھا اور نہ مبالغہ آرائی، نہ فرقہ پرستی تھی اور نہ ہی کسی خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی کی کوشش۔

بہرحال اب ان باتوں کا ذکر کرتا ہوں جو کہ علماء و شعراء نے نعت گوئی کے لئے ضروری قرار دی ہیں۔ یہ ماخوذ اصول مختلف جگہوں سے اکھٹے کئے گئے ہیں:۔

اَ. افراط وتفریط سے بچیں۔

ب. صرف وہ مضامین باندھے جائیں جو کتبِ سیر سے ثابت ہیں اور بغیر کسی مخالفت کے قبولِ عام رکھتے ہیں اور جن سے رسولِ گرامی قدر کی محبت وعقیدت دلوں میں بڑھنے کی راہیں کھلتی ہوں۔

ج. ان مضامین سے پرہیز لازم ہے جن سے کسی خاص طبقے کے عقائد کا پرچار ہوتا ہو۔ خاص طور پر متصادم خیالات وروایات سے بچنا ضروری ہے۔

د. نعت کو صرف ذکرِ فضائلِ رسالت مآب ہی تک محدود رکھا جائے۔ یہ امر اس لئے بھی ضروری ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس امر میں احتیاط نہ برتی گئی تو بہت جلد نعت بھی ہماری اور تمہاری ہوتے ہوتے فرقہ واریت کا شکار ہوجائے گی۔ لہٰذا اس امر کا اہتمام وقت کی اشد ضرورت ہے کہ نہ شعرا اہلِ بیتِ عظام کے مناقب نعت میں رقم کریں نہ ہی اصحابِ ثلاثہ کے فضائل موضوع بنائے جائیں۔

ہ. ان روایات کو نظم نہ کیا جائے جو ایک خاص مکتبِ فکر کی ترجمانی کرتی ہوں۔ احباب بخوبی جانتے ہیں کہ میرا اشارہ کن روایات وواقعات کی طرف ہے۔ مجھے واقعات کی صحت سے بحث نہیں ہے، وہ سب کچھ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ پیشِ نظر صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ نعت کو تقسیم ہونے سے بچالیا جائے۔

و. ایسے مضامین جن سے شرک کا شبہ ہوتا ہو، ان سے بھی بچنا چاہئے۔

ز. بے جا غلو بھی نازیبا ہے

ح. اکثر دیکھا گیا ہے کہ شعراء انبیاء ماسبق کی روایات یا سیرتِ حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعات بطور تلمیح رقم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دو مصارع میں کسی اہم واقعہ کی طرف اشارہ کرنا اور ذاتِ ختمی مرتبت کے مقامِ عالیہ کا تعین بھی کرنا ایک مشکل امر بن جاتا ہے اور بہت زیادہ مشق ومطالعہ کا متقاضی ہے۔

ط. جس طرح غزل یا نظم کا شاعر اپنی ذاتی واردات، اپنے زمانے کے واقعات وحادثات اور ماضی کی روایات کے آمیزہ سے مضامین کسب کرتا ہے۔ اسی طرح نعت کے شاعر کے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنی وارداتِ قلبی رقم کرے، اپنے گردوپیش سے بھی واقف رہے اور نعت کی روایت سے بھی جڑا رہے۔

ی. من گھڑت یا ضعیف روایات و واقعات کو قلمبند کرنے سے احتراز کرنا بھی ضروری ہے۔

ک. تاریخِ اسلام سے کما حقہ واقفیت اور سیرتِ رسولِ گرامی قدر کا گہرا مطالعہ، مضامین میں گہرائی کا ضامن ہے۔ سطحی اور افتادہ پا مضامین سے بچنے کی سعی کرنی چاہئے۔

اب ان تمام اصولوں کو دیکھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام بالعموم اور نعتیہ شاعری بالخصوص مندرجہ بالا نقائص سے نہ صرف مبرّا ہے بلکہ اعلیٰ درجے کی علمی وجوہات سے بھرپور بھی ہے۔ جبکہ غیر احمدی علماء کا کلام بالعموم سطحی استعاروں سے بھرا ہوا ہوتا ہے، نہ اس میں کوئی اعلیٰ درجہ کی روحانیت کا مضمون بیان ہو رہا ہوتا ہے اور نہ ہی سچی اتباع سے بھرپور کلام۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نعت گوئی کا ایک اصل الاصول بیان فرمایا جو کہ بادی النظر میں کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

’’مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی مدح) سے حصہ حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بھی محض خدائے تعالیٰ کے لطف اور احسان سے، نہ کسی اپنی لیاقت اور خوبی سے۔‘‘

(روحانی خزائن۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن: جلد1— براہینِ احمدیہ حصہ چہارم: صفحہ258)

یعنی جو بھی حضرت نبی اکرم ﷺ کی حقیقی مدح کرے گا اس کے لئے اساسی اصول آپ ﷺ کی اتباع ہوگی۔ اگر متابعت کامل نہیں تو مدح صرف ضرورت شعر کو پورا کرنے والی ہوگی نہ کہ بابرکت اور مقبول مدح۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

ووالله لولا حُبُّ وجهِ محمد
لما كان لى حولٌ لأمدح أحمدا

(روحانی خزائن۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن: جلد7— کرامات الصّادقین: صفحہ96)

یعنی خدا کی قسم! اگر مجھے محمد ﷺ کے (بابرکت) چہرے سے محبت نہ ہوتی تو میرے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ میں احمد ﷺ کی مدح سرائی کرسکتا۔

اور ایک اور جگہ آپؑ نے یہ حقیقت آشکار کی کہ:

مدحتُ إمامَ الأنبياء وإنه
لأرفعُ مِن مدحي وأعلى وأكبرُ

(روحانی خزائن۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن: جلد7— حَمامَۃُ البُشریٰ: صفحہ332)

یعنی میں نے امام الانبیاء ﷺ کی مدح کی۔ مگر آپ ﷺ میری کی ہوئی مدح سے بہت بلند واعلیٰ ہیں۔

اس جگہ ایک اور اہم نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مادح کا دل ہر قسم کے تعصب، نفرت اور بغض وکینہ سے پاک ہو تبھی ایک محبت میں ڈوبی ہوئی نعت وقوع پذیر ہوگی۔ خاکسار کے ناقص علم ومشاہدہ کے مطابق جب سے متعصب علمائے اسلام نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب وتکفیر کا بازار گرم کیا ہوا ہے تب سے ان علماء سے حقیقی نعمتِ نعت بھی چھن چکی ہے۔ چونکہ ان علماء نے اس امام کا انکار کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا اور جس کے بارہ میں آنحضرت نبی کریم ﷺ کے واضح فرامین موجود ہیں۔

ان چند ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کی بے شمار خصوصیات میں سے چند ایک کا تذکرہ اپنی محدود ترین علمی بساط اور قلیل ترین مشاہدہ کے مطابق کرنے کی ایک ناچیز کوشش کی ہے۔ اور تینوں زبانوں (عربی، فارسی اور اردو) میں آپؑ کے کلام کے نمونے لے کر دوسرے علماء وشعراء کے کلام کے ساتھ کسی حد تک تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کو خدا مبعوث فرماتا ہے، ہدایت کے چشمے اُسی کے قدموں سے اور علم کے سوتے اسی کے قلموں سے پھوٹتے ہیں۔ اُسی کا کلام امام الکلام کہلانے کا اصل حقدار ہوتا ہے، چاہے کوئی کتنا ہی بلند بانگ دعویٰ کرکے اپنے کلام کو بزعم خود امام الکلام بنا کے پیش کرے۔

حضور علیہ السلام کے لدنّی علم کلام کے لفظی محاسن، معنوی نوادرات، مضامین اور ان کے حقائق، مختلف زبانوں میں تراجم اور سب سے بڑھ کر اس علم کلام کی روحانی تاثیرات احمدی محققین اور ریسرچ سکالرز کے لئے ایک کھلا میدان تحقیق ہے۔

☆...☆...☆

بقیہ: حاصل مطالعہ......از صفحہ15

بقیہ: حاصل مطالعہ......از صفحہ15

انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اسرائیلی شہری ہونے کے ناطے اسرائیل کا دفاع کرنا ان کا فریضہ بنتا ہے۔ انہوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ ملٹری ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو عرب اور غیر عرب شہریوں کو ایک دوسرے کے قریب تر لے آتا ہے کیونکہ ان کی ترجیحات اور مقاصد ایک نیا اور مشترکہ روپ دھار لیتے ہیں۔ اس کا اثر نہ صرف ان کے اپنی اور اہل خانہ کی سوچ بلکہ سارے معاشرے پہ مثبت طور پر اثر انداز ہونے لگ جاتا ہے۔

ایک مسلمان اسرائیلی جوان نے بتایا کہ ایک مشترکہ پراجیکٹ پہ کام کرنے کے لئے اسے فلسطینی فوجیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقعہ ملا تو وہ اسے عربی بولتا دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ کیونکہ دونوں طرف سے عرب ہی آپس میں مل کر حکمت عملی طے کر رہے تھے۔ اس سے بے اعتباری اور بے یقینی کی فضا دور ہونے میں بڑی مدد ملی۔ ’’اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم مسلمان ہو، یہودی ہو یا عیسائی‘‘۔ اس نے کہا، ’’ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہم ایک ہی ہیں‘‘۔

https://www.nbcnews.com/news/world/arab-israelis-are-joining-idf-growing-numbers

... ...

سنہ 2017 میں برطانوی نشریاتی ادارہ بی بی سی کی عربی برانچ کے نمائندوں کو اسرائیل ڈیفنس فورس کے ایک اور خصوصی یونٹ تک رسائی حاصل کرنے کا اجازت نامہ ملا جس میں شامل تمام پانچ سو افسران عرب ہیں جن میں مسلمان بھی شامل ہیں اور کچھ عیسائی بھی۔ اسرائیلی فوج کے مائنارٹیز یونٹ (شعبہ اقلیت) کے سربراہ کرنل واجدی نے بتایا کہ فی الوقت اس عرب یونٹ میں شامل فوجیوں کی تعداد چند سو ہے لیکن ہم اگلے برس تک ان کی تعداد دوگنا کر لینے کی امید رکھتے ہیں۔

بی بی سی نے چھ ماہ کے عرصہ میں غدسر یونٹ کے بارہ میں ایک دستاویزی فلم بھی تیار کی۔ ایک تصویر میں عرب مسلمان فوجی قرآن کریم کے نسخوں کے سامنے کھڑے ہو کر حلف وفاداری لیتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔

(https://www.bbc.com/news/world-middle-east-37895021)

☆☆☆

الفضل انٹرنیشنل کے نئے مینیجر کا تقرر

مکرم عبدالماجد طاہر صاحب (ایڈیشنل وکیل التبشیر، لندن) نے اطلاع دی ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم طاہر مہدی صاحب مبلغ سلسلہ کی تقرری بطور ’مینیجر الفضل انٹرنیشنل‘ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ تقرری ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

خدا کی تلاش

(ڈاکٹر شکیل احمد۔لندن)

کیا یہ ایک قابل ذکر بات نہیں کہ ساری دنیا میں خدا کی ذات کے بارہ میں ایک تجسّس پایا جاتا ہے۔اور یہ حقیقت اور بھی حیران کُن ہو جاتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ خدا جیسی کوئی ہستی سرے سے موجود ہی نہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ تجسّس کہاں سے آیا؟ کیا یہ انسان کے اندر اپنے ارتقاء کے بارہ میں عام تجسّس ہے۔اس کی فطرت میں اپنے بنانے والے کے بارہ میں یہ تجسّس رکھ دیا گیا ہے؟

1

میں اُن احباب کے لئے جو خدا کی ذات کے بارہ میں سچے دل سے جاننا چاہتے ہیں کچھ حقائق پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلے مَیں کچھ ایسے اعتراضات اور ان کے جواب پیش کروں گا جو لوگ عام طور پر خدا کی ہستی کے انکار کے لئے پیش کرتے ہیں۔

نمبر1۔آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔

کچھ لوگوں کے لئے یہ حقیقت کہ خدا کی ذات ہم آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے، ہاتھوں سے چھو نہیں سکتے ان کے ایمان کے درمیان حائل ہوتی ہے۔حالانکہ یہ عام علم کی بات ہے اور سائنسی طور پر بھی مستند ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں جن کو ہمارے بنیادی حواس محسوس نہیں کر سکتے۔مثلاً ہوا کے اندر مختلف گیسز (Gases) کا موجود ہونا، یا فضا میں مختلف قسم کی Radiation ہونا، یا ہمارے اپنے جذبات اور احساسات۔اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے ظاہری حواس محدود طاقت رکھتے ہیں۔اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا موجود ہونا سائنسی حقیقت ہے لیکن ہم اپنے ظاہری قویٰ سے اُن کو پوری طرح محسوس نہیں کر سکتے۔تو پھر اس میں کیا حیرت ہے کہ ہمارے حواس جب تک خاص طور پر تیار نہ کئے جائیں، خدا کے وجود کو آسانی سے محسوس نہ کر سکیں۔خدا تو وہ ہستی ہے جو ہر تخلیق شدہ چیز سے بالا ہے اور کوئی چیز اس کی مثل اور نظیر نہیں۔

نمبر2۔بعض دہریہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک مبہم ذات پوری کائنات میں پھیلے ہوئے مادے کو کیسے تخلیق کر سکتی ہے

میڈیکل سائنس کے شواہد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے بہت سے جذبات ایسے ہیں جو ہمارے جسم کے کیمیائی اور حیاتیاتی پہلوؤں پر اثر ڈالتے ہیں۔یعنی ہماری نفسیات ہماری جسمانی نشو ونما پر اپنا اثر رکھتی ہے۔اسی طرح کائنات میں اور بھی مثالیں ہیں جس میں مختلف قسم کے غیر مادی اجزاء مادی اجزاء پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔اگر انسان اپنے آپ کو صرف حیاتیاتی جسم اور اس کے اجزاء پر مشتمل ایک ذات سمجھے تو پھر ہماری سوچ، فکر اور دلائل وغیرہ پر کیونکر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ پس اسی طرح خدا کی ذات مادی نہ ہونے کے باوجود سائنس کے اصول کے مطابق بھی کائنات کی خالق ہو سکتی ہے۔

نمبر3۔انسان اپنی ’آزادی‘ کو نہیں چھوڑنا چاہتا

ہم جانتے ہیں کہ ہر قسم کے نشو ونما کے لئے نظم وضبط لازم ہے۔مثلاً ایک کھلاڑی جو کھیل کے میدان میں گولڈ میڈل کی خواہش رکھتا ہے اُس کو اپنی بے نظم زندگی والی ’’آزادی‘‘ کو چھوڑنا پڑے گا تا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔اور اس کے لئے اُس کو بے حد نظم وضبط کے ساتھ ورزش اور پریکٹس کرنی پڑے گی۔

اسی طرح سے تعلیم کے میدان میں ترقی کے لئے بھی بے حد نظم و ضبط کی ضرورت ہے۔ یہی اصول ہمارے اخلاقی اور روحانی ترقی کے میدان میں بھی لاگو ہوتا ہے۔خدا پر یقین کو پیدا کرنا اور خدا کی ذات سے اپنا تعلق پیدا کرنے کے لئے انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ زندگی گزارنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اِس بلند پایہ مقصد کے لئے اپنی ’’آزادانہ‘‘ زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔کچھ لوگوں کے لئے یہ قدم بہت مشکل ہوتا ہے۔اور اس وجہ سے وہ خدا کی طرف رجوع کرنے میں کمزوری دکھاتے ہیں۔

نمبر4۔ مذہب کا نام لینے والے کچھ لوگ دنیا میں بُرے کام کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں

یہ دلیل بھی خدا کی ہستی کے انکار کے لئے عام طور پر پیش کی جاتی ہے۔اس کے بارہ میں مضمون میں آگے جا کر دوبارہ ذکر ہوگا۔

نمبر5۔اگر خدا ہے تو دنیا میں لوگوں پر مصیبتیں کیوں اترتی ہیں؟

مصیبت یا مشکل اُس نسبتی درجہ کا نام ہے جب انسان کی حالت ایک پسندیدہ درجہ سے کم پسندیدہ میں تبدیل ہو جائے۔مثلاً انسان کاروبار میں نقصان اُٹھا بیٹھے اور اُس کی روزمرّہ کی آسائشوں میں کمی آجائے تو اس کو مشکل یا مصیبت کا نام دیا جاتا ہے جبکہ کئی دوسرے لوگ جو پہلے سے ہی اس سے بھی ادنیٰ حالت میں زندگی گزار رہے ہوں اُن کو اگر اس حالت میں تبدیل کر دیا جائے تو وہ اس حالت کو مصیبت نہیں بلکہ ترقی سمجھیں گے۔

اسی طرح قدرتی آفات حقیقت میں ایسے قدرتی ذرائع ہیں جو کسی نہ کسی اہم مقصد کو پورا کرتے ہیں۔مثلاً Hurricane سمندر کے پانی کے درجۂ حرارت کو کم کرنے کا کام کرتا ہے اور اس کی وجہ سے سمندر میں موجود خوراک کو زندہ رہنے میں مدد ملتی ہے۔

ایک اور مثال جنگل کی آگ کی ہے جو کہ پودوں کی جلی ہوئی راکھ کی وجہ سے جنگل کی مٹی میں Carbon کی مقدار کو بڑھاتی ہے جس کی وجہ سے آئندہ آنے والے پودوں کی نسلوں میں زیادہ طاقت پیدا ہوتی ہے۔

ایک اور مثال انسانی خُلیوں کے اندر Genes کی ہے جن کی وجہ سے کئی دفعہ بہت شدید بیماریاں لاحق ہوتی ہیں لیکن یہ Genes حقیقت میں زندگی کے ارتقا کے کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ان مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام قدرتی رجحان اگرچہ ایک محدود آنکھ سے دیکھنے میں نقصان دہ نظر آتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ان کا ایک بے حد مفید کردار ہے جس کو وہ پورا کرتے ہیں۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کئی جانور پودوں کو اپنی خوراک بناتے ہیں اور اس حقیقت کو ان پودوں کے لئے مصیبت یا مشکل کا رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ زندگی کے ارتقا کے چار بلین سالوں میں کئی کم تر Species کو نئی اور زیادہ طاقت والی Species کے لئے جگہ بنانے کی خاطر ختم ہونا پڑا۔ اور ان سب مثالوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سب قدرتی نظام، قدرتی آفات نہیں بلکہ قدرت کے آلے ہیں جو اُس کے نظام کو سنبھالنے میں مدد کرتے ہیں۔اور اسی بات کو ہم یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا موجود ہونا خدا کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ کسی ایک مکمل علم اور طاقت رکھنے والے خدا کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔

اس حصہ کے آخر میں ایک اور قسم کی مشکل یا مصیبت کا ذکر کرنا بھی موزوں ہوگا جو کہ انسان کے اپنے غیر مناسب رویہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔مثلاً ایک ذیابیطس کا مریض اپنی ورزش اور خوراک کے نظم و ضبط کو اچھی طرح قائم نہ رکھے تو اُس کی بیماری کے بگڑنے کا زیادہ امکان ہے۔بلکہ اس کو اور قسم کی بیماریاں بھی لاحق ہو سکتی ہیں۔یہ بھی قدرت کے نظام کا ایک حصہ ہے جس کی بنا پر ہم اپنی زندگی کی بہتری یا مشکلات کی ذمہ داری ایک حد تک اپنے ہاتھ میں پاتے ہیں۔

2

اب اس موضوع پر ایک اور پہلو سے گفتگو کرتے ہیں۔

نمبر1۔خدا کی ذات پر یقین انسان کی تاریخ میں بدستور قائم نظر آتا ہے

ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کی ذات پر ایمان ہمیشہ سے انسانی تاریخ کا حصہ رہا ہے۔آثارِ قدیمہ اور تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ، مشرق وسطیٰ اور آسٹریلیا کی پرانی قوموں میں مذہب کا رجحان پایا جاتا تھا اور یہ قومیں کسی ایک خدا کی عبادت کرتی تھیں۔اس قسم کے شواہد تقریباً 30 سے 60 ہزار سال پرانے ملتے ہیں جو کہ اتنا ہی عرصہ ہے جب موجودہ نسل کا انسان شمال مشرقی افریقہ سے نکل کر دنیا کے باقی حصوں میں پھیلا۔

نمبر2۔دنیا کی آبادی کا بیشتر حصہ خدا کی ذات پر ایمان رکھتا ہے

دنیا کی کل آبادی تقریباً 7.5 بلین ہے۔جس میں 2 بلین سے کچھ زیادہ عیسائی، 1.8 بلین کے قریب مسلمان، 1 بلین بدھ مذہب کے لوگ اور 1 بلین ہندو اور باقی کچھ کم تعداد والے دوسرے مذاہب کی آبادی موجود ہے۔

(Pew Religious Center's Forum on Religion and Public Life, Global Religious Landscape,2012)

یہ مجموعی طور پر 6 بلین سے کچھ زیادہ بنتے ہیں۔پس دنیا میں خدا کے ماننے والوں کی تعداد خدا کا انکار کرنے والوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔اور ایک دہریہ کا نقطۂ نظر دنیا کی بیش بہا آبادی سے برعکس ہے۔

نمبر3۔ہمارا شعور ہمارے اندر موجود خدا کی طرف اشارہ کرتا ہے

یہ ایک عام فہم بات ہے کہ ہر نسل اور مذہب کا انسان اچھائی کو پسند کرتا ہے اور برائی سے گھبراتا ہے۔ دوسری طرف تمام مذاہب کی تعلیم یہی ہے کہ خدا ہمیں اچھائی کی تعلیم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ پس ثابت یہ ہوتا ہے کہ مذاہب کی دی ہوئی تعلیم اور ہمارے شعور میں ہم آہنگی ہے اور مذہب انسان کی نفسیاتی حقیقت کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ مذہب کا بھیجنے والا اور انسان کا خالق ایک ہی وجود ہے۔

نمبر4۔تمام وجود اور واقعات کا سب سے پہلا سبب خدا کی ذات ہے۔

آج سے تقریباً 60 سال پہلے تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ ہماری کائنات ہمیشہ سے موجود ہے۔جبکہ اب سائنس نے یہ بات صاف طور پر ثابت کی ہے کہ ہماری کائنات ہمیشہ سے موجود نہیں تھی اور اس کی تخلیق تقریباً 14 بلین سال پہلے ہوئی۔سائنسدانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمام مادہ جو کائنات میں موجود ہے یہ ایک ابتدائی حالت جس کا نام سائنسدان Singularity دیتے ہیں، اُس سے پیدا ہوا۔

(Stephan Hawking, Brief History of Time,1998, Bantam Book ncorporation, NY, USA)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ لفظ Singularity بھی خالقِ کائنات کی وحدانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

دوسری طرف ایک اور سائنسی اصول جس کو Cosmological argument کے نام سے جانا جاتا ہے اُس کے مطابق ہر وہ چیز جو موجود ہے اس کی کہیں سے شروعات ہوئی تھی۔پس اگر ہماری کائنات موجود ہے اور سائنسی اندازے کے مطابق 14 بلین سال پہلے پیدا ہوئی تو کائنات میں ابھی موجود چیزیں تو اپنے سے پہلے موجود چیزوں سے پیدا ہوئیں لیکن پوری کائنات کا خالق کون تھا؟ اور وہ Singularity حقیقت میں کس کا نام ہے؟ ابھی سائنس اس کا جواب نہیں دے سکی۔لیکن ایک بات صاف ظاہر ہے کہ وہ طاقت جس نے کائنات کی تخلیق کی وہ وقت، خلا اور مادے کی حدود سے بالاتر ہے۔کیونکہ یہ تینوں چیزیں یعنی وقت، خلا اور مادہ کائنات کی تخلیق کے ساتھ ہی پیدا ہوئیں۔ اگر وہ خالق طاقت وقت سے بالا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گی۔ اگر وہ طاقت خلا سے بالا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کائنات کی کسی ایک جگہ تک محدود نہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔ اور اگر وہ مادے کی تمام خصوصیات سے بالاتر ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اُس کو اُس موجودہ علم کے مطابق نہیں سمجھ سکتے جو ہمیں کائنات کے مادے کے بارہ میں حاصل ہے۔ پس سائنسی لحاظ سے بھی خالقِ کائنات کوئی ایسی طاقت ہے جس کی حدیں وقت، خلا اور مادے سے بڑھ کر ہیں۔دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی علم تو ہمیں مذہب نے پہلے سے دیا ہوا ہے اور سائنس اس نتیجہ پر اب پہنچی ہے۔ اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خیال کہ اس کائنات کا کوئی خالق نہیں یا تو اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ یہ کائنات ہمیشہ سے موجود تھی اور یا خود ہی اچانک پیدا ہو گئی۔اور یہ دونوں باتیں سائنسی حقائق کے برعکس ہیں۔ پس دہریت کا نقطۂ نظر درحقیقت سائنس سے برعکس ہے۔

نمبر5۔Quantum Theory

بیسویں صدی کے دو نوبل انعام یافتہ سائنسدان Niels Bohr اور Max Planck فزکس کی Quantum theory کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔(Max Planck, Nobel Laureate, and Neil Bohr, founding physicists of Quantum theory۔) Quantum Theory کے اصولوں کو مختصراً یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک باشعور اور نظم وضبط والا نظام بے نظم اور غیر شعوری شروعات سے پیدا نہیں ہو سکتا۔پس اگر ہماری کائنات میں نظم وضبط ہے جو کہ سائنسی طور پر ثابت ہے اور اُس میں انسان اور دوسرے چرند پرند جیسی باشعور زندگی موجود ہے تو اس کے

لئے لازم ہے کہ اس کی شروعات بھی کسی باشعور خالق کے ہاتھوں ہوئی ہو۔ پس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سائنس بھی ہمیں رفتہ رفتہ ایک خالق خدا کی حقیقت کی طرف لے جارہی ہے۔

نمبر6۔ تاریخی فلسفہ

ارسطو جو کہ ایک مشہور یونانی فلسفی اور سائنسدان گزرا ہے اس نے تمام کائنات کے ایک Final Cause کے بارہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح سقراط نے بھی ایک خالق اور کائنات کے مالک کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقدس صحیفوں اور مذاہب نے ہی خدا کا علم دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قدیم فلسفیانہ علم اور آجکل کے سائنسی علم نے بھی خدا کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور عام طور پر جو غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ سائنس یا فلسفہ خدا سے دُور لے جاتا ہے یہ حقیقت پر مبنی نہیں۔

نمبر7۔ ذہین اور باشعور تخلیق بغیر منصوبہ بندی کے پیدا نہیں ہوسکتی

آثارِ قدیمہ پر کام کرنے والے ماہر جب زمین کھودتے ہوئے ایک ٹوٹے ہوئے برتن کا ٹکڑا دریافت کرتے ہیں تو اُس سے ایک بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ ماضی میں کسی وقت وہاں پر اِس برتن کا بنانے والا اور استعمال کرنے والا موجود تھا۔ اِسی طرح عمارتوں کو بنانے والے انجینئر یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بغیر منصوبہ بندی کے کتنی کوشش کرلی جائے اور صرف ملبہ، سیمنٹ، پتھر، اینٹیں اکٹھی کرنے سے ایک عمارت کا قیام وجود میں نہیں آسکتا۔ پس ہماری کائنات جو کہ ایک بہت وسیع پیچیدہ اور متوازن نظام ہے جو کہ بغیر کسی بے نظمی کے اپنے اصولوں پر قائم رہتا ہے یہ سب کچھ ایک ذہین اور باشعور خالق کے بغیر کیسے تخلیق پا سکتا ہے؟ ایسے نظام کا بغیر منصوبہ بندی کے تخلیق میں آجانے کے بارہ میں ایک مشہور سائنسدان نے مثال یوں دی کہ جیسے لوہے کے ملبے کے ڈھیر میں زور دار ہوا چلے اور اس سے خود بخود ایک ہوائی جہاز تخلیق ہوجائے۔ (Fred Hoyle, The Intelligent Universe,1983) یعنی کہ سائنسی طور پر یہ ناممکن امر ہے۔

نمبر 8۔ زمین پر زندگی کے ارتقا کا ایک با قاعدہ منصوبہ بندی کے مطابق ہونے کا ثبوت

Evolutionary Biologist جو کہ ارتقا کے نظام کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ بہت سے ایسے ثبوت ملے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی کا زمین پر ارتقا ایک پورے نظام کے مطابق ہوا۔ اُن مثالوں میں سے ایک بہت دلچسپ مثال انسان کی بیان کی اہلیت کی ہے۔ اگر اس استعداد کے ارتقا میں کوئی ذہانت اور ضبط نہ ہوتا تو سائنسدانوں کے مطابق کروڑہا سالوں پر مبنی لاکھوں مختلف Species میں درجہ بدرجہ بہتر ہوتی ہوئی بیان کی صلاحیت دیکھنے کو ملتی، اس سے پہلے کہ یہ قابلیت اپنی موجودہ پیچیدگی اور بہتری کی حالت پر پہنچتی۔ جبکہ تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ انسان کی یہ قابلیت اس طرح کی عبوری منازل کے بغیر ایک خاص موقع پر عمل میں آئی اور وہ موقع ایسا تھا جبکہ زندگی اپنی ذہانت کی ایک مخصوص منزل پا چکی تھی جو کہ انسان کی شکل میں وجود میں آئی اور اُس میں یہ صلاحیت بھی پیدا ہوگئی کہ وہ کائنات کو سمجھے، اُس پر گہرائی سے غور کرے اور پھر اِس علم کا دوسروں پر اظہار کر سکے۔ اُس کی معاشرتی کائنات اور قدرت کے اصولوں کو سمجھنے میں اور اُس کے اظہار میں ہی روحانی ترقی کا راز بھی پنہاں ہے اور انسان کی بیان کی استعداد ترقی میں مدد دینے کے لئے بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ پس زبانیں بولنے کی یہ غیر معمولی صلاحیت قدرت کی طرف سے یعنی قدرت کے خالق کی طرف سے اسی وقت زندگی کو عطا ہوئی جب اس میں روحانی ترقی کی صلاحیت اور ذمہ داری بھی ڈالی گئی۔ نہ اُس سے پہلے اور نہ اُس کے بعد۔ اِس مثال سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی کا ارتقا ایک ذہین خالق کے ہاتھوں ہوا ہے۔ (قرآن کریم میں سورۃ الرحمان میں اس امر کی طرف یوں اشارہ فرمایا خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَہُ الۡبَیَان)

3

اس حصہ میں مَیں کچھ ایسے دلائل پیش کروں گا جن کو خدا کے وجود کو تسلیم کئے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔

نمبر1۔ ایسے لوگوں کی گواہی جو انسانوں میں سب سے سچے تسلیم کئے گئے

اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ قوموں کی تاریخ میں کونسا طبقہ سب سے زیادہ سچا مانا گیا۔ کیا سیاستدان؟ بہت کم لوگ اس طبقہ کو سب سے زیادہ سچا سمجھیں گے۔ مصنف یا سماجی راہنما؟ شاید اُن میں ایک سچائی کا پہلو ہو۔ سائنسدان؟ امید ہے کہ وہ بہت سا کام سچ کی بنیاد پر کرتے ہوں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آجکل کی سائنس بھی معاشیات کے دباؤ میں آچکی ہے۔ ہاں ایک طبقہ ایسا ہے جو انسان کی تاریخ کے ہر موقع پر ہمیشہ سچائی پر قائم رہا ہے اور اس کے سچا ہونے پر نہ صرف اُن کے اپنے ساتھی بلکہ اُن کے دشمن بھی یقین رکھتے رہے ہیں۔ اور یہ ہیں خدا کے نبی اور اُس کے رسول۔ اِن میں اخلاقی معیار اور سچائی انتہا کی حد تک ہوتی ہے۔ اور کوئی خدا کا نبی اس اصول سے باہر نہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ خدا کے نبی تاریخ میں مختلف وقتوں میں آئے اور دنیا کے مختلف علاقوں میں آئے۔ اس صورت میں اگر ہم اُن کی تعلیم میں ایک ہم آہنگی پائیں یعنی وہ ایک ہی بات کہتے ہوں تو کیا وہ بات سچ نہیں ہوگی؟ خدا کے تمام نبی اور اس کے رسول ایک خدا کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور یہ بھی ہمیں بتاتے رہے کہ انہوں نے ہمیں جو تعلیم دی وہ انہوں نے اُس ایک خدا سے ہی پائی۔

نمبر2۔ خدا کے نبیوں کے حیران کن حالات زندگی

خدا کے تمام نبی ابتدا میں اور اپنے دعویٰ نبوت کے وقت اکیلے ہوتے رہے ہیں۔ اور اسی طرح دوسروں کی نسبت دنیاوی طاقت کے لحاظ سے بہت سے نبی نسبتاً کمزور تھے۔ تمام نبیوں کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں بھی تمام نبیوں نے بے حد صبر اور عفو و درگزر سے کام لیا۔ اور پھر ہم کیا دیکھتے ہیں کہ تمام نبی اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور دنیاوی طاقت والی مخالفت ہمیشہ ناکام رہی۔ تمام نبیوں نے یہی کہا کہ وہ ایک خدا کے حکم کے تحت کام کررہے تھے اور اُن کی مدد خدا ہی کی طرف سے تھی۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دو دلائل بہت ہی گہرے اور دل پر اثر کرنے والے ہیں۔

نمبر3۔ خدا کی بھیجی ہوئی تعلیم کی حکمت

زندگی کے حیاتیاتی ارتقا کے نتیجہ میں جو سب سے ذہین Specie وجود میں آئی، وہ انسان ہے۔ اور اس Specie یعنی انسان نے تقریباً 70 ہزار سال پہلے دنیا میں پھیلنا شروع کیا (Guy Gigliotta, The Great HumanMigration,Smithsonian,1988) اور یہ کہ انسان کچھ Communities اور قبیلوں میں مِل کر رہنا شروع کردے، یہ صرف 10 سے 15 ہزار سال پرانی بات ہے۔ (Michael Balter, The Seeds of Civilisation, Smithsonian Magazine, May 2005) اس کے بعد کے عرصہ میں انسان میں روحانی ارتقا شروع ہوا جو کہ خدا کے نبیوں کے ذریعہ انسانوں میں آیا اور اس سلسلہ میں خدا کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تقریباً 6 ہزار سال پہلے دنیا میں آئے۔ یہ اس روحانی ارتقاء کا نتیجہ تھا کہ انسان نے انصاف پسند اور امن پسند سوسائٹیاں قائم کرنی شروع کیں۔ یہ روحانی انقلاب ان نبیوں کے ہاتھوں خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی پُرحکمت اور متوازن تعلیم کا نتیجہ تھا۔ اس میں سماجیات، سیاسیات، معاشیات اور عقلی تعلیم شامل ہے۔ دنیا کے بہت سے تاریخ دان اور عالم اس بات کا اعتراف کرچکے ہیں کہ ان نبیوں کے ہاتھوں بھیجی ہوئی خدا کی تعلیم کی حکمت اپنا مقابلہ نہیں رکھتی۔

(Karen Armstrong, Mohammad: A Prophet of Our Time, 1991, HarperOne

James Michener, Islam: The Misunderstood Religion, Reader's Digest, 1995

Michael H Hart, The 100, A Ranking of the Most Influential Persons in History, 2000)

پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ روحانی تعلیم بھی ایک ارتقا کے عمل سے گزری ہے جس میں شروع کے نبیوں کے ہاتھوں نسبتاً مقامی اور محدود مدت کے لئے لاگو ہونے والی تعلیم بھیجی گئی اور آہستہ آہستہ اس تعلیم کا دائرہ بڑھتا گیا اور آخر میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوپر قرآن نازل ہوا جو کہ آئندہ آنے والے تمام وقت کے لئے اور پوری انسانیت کے لئے ہے۔ (سورۃ آل عمران آیت 20، سورۃ المائدہ آیت 4)

نمبر4۔ ایسا ذریعہِ علم جو انسانی قابلیت سے بہت بالا ہے

قرآن پاک 1400 سال پہلے نازل ہوا۔ اس میں انسان کو مختلف قسم کا علم دیا گیا۔ جس میں تاریخ، معاشیات، سیاسیات اور مختلف سائنسوں کا علم بھی شامل ہے۔ اور اس کے علاوہ اس میں بہت سی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ اس علم کے بہت سے پہلو اب سائنسی تحقیق کے مطابق سچ ثابت ہوچکے ہیں اور بہت سی پیشگوئیاں حیران کن Accuracy کے ساتھ پوری ہو چکی ہیں۔ مثلاً زندگی کے ارتقا اور اُس کا مقصد۔ آجکل کے ذرائع آمد و رفت اور ذرائع مواصلات۔ انسان کی قدرتی عمل میں مداخلت کی کوشش۔ جس کی ایک مثال ہمیں جینیٹک انجینیئرنگ میں ملتی ہے۔ اور دنیا کے کچھ اہم سیاسی رجحان۔ جبکہ ابھی سائنسدان کائنات کے دوسرے حصوں میں زندگی کی تلاش میں کوشاں ہیں قرآن شریف میں حتمی طور پر ایسی زندگی کے موجود ہونے کا ذکر ہے۔ جس سے قرآن کو ماننے والا یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ سائنسدان ایک دن کسی کائنات کے دوسرے حصہ میں زندگی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمام علم کہاں سے آیا؟ ایک طرف تو صاف طور پر یہ اپنے وقت میں انسانی قابلیت سے بالاتر علم تھا اور دوسری طرف اس کو بتانے والا اپنے آپ کو صرف ایک پیغمبر (ﷺ) کہتا رہا اور لوگوں کو یقین دلاتا رہا کہ اُس کو یہ علم خدا کی طرف سے ملا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے خدا کے نبیوں کی سچائی کے بارہ میں کسی کو کوئی شک نہیں۔ اس لحاظ سے یہ دعویٰ نہ صرف ہمیں خدا کی ہستی کا ایک بہت ٹھوس ثبوت دیتا ہے بلکہ اِس چیز کا بھی ثبوت دیتا ہے کہ خدا اپنے بندہ سے کلام کرتا ہے۔ اِس کے علاوہ کیا اس سے یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی کہ جیسے جیسے ہمارے سائنسی علم میں اضافہ ہوتا جائے گا اور بہت سا علم جو قرآن شریف میں دیا گیا ہے وہ بھی سچ ثابت ہوتا جائے گا۔ دنیا کے مختلف حصوں کے بہت سے عالِم قرآن مجید میں دیئے گئے علم کے بارہ میں اس حقیقت کو مان چکے ہیں کہ یہ کسی انسان کی طرف سے بنایا ہوا علم نہیں ہوسکتا۔

(Prof E Marshall Johnson, Professor Of Anatomy and Development Biology, Daniel Baugh Institute, Thomas Jefferson University, Philadelphia, USA

Dr Maurice Bucaille, The Bible, The Quran and Science, The Holy Scriptures Examined in the Light of Modern Knowledge, 2003 Paperback)

4

مضمون کے اس حصہ میں مَیں ایسے دلائل کا ذکر کروں گا جن سے خدا کی ہستی کا وجود ہر شک سے خالی ہو کر صاف طور پر یقین کی طرح سامنے آجاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' میں علم کے حصول کے تین درجوں کا ذکر کیا ہے۔ (1) علم الیقین (2) عین الیقین (3) حق الیقین۔

اس میں پہلا درجہ علم الیقین کا ہے یعنی عقل اور ثبوت سے حاصل کیا گیا علم۔ اس درجہ میں اوپر بیان کئے گئے دلائل شامل ہیں جن سے کائنات میں مختلف قسم کی تخلیق کو دیکھ کر اُس کے خالق خدا کے وجود کے بارہ میں علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا درجہ عین القین کا ہے یعنی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے یقین حاصل کرنا۔ اس درجہ میں ہم تخلیق کے نظام کو کروڑہا سالوں سے ایک منظم طریقہ سے چلتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اس میں کوئی بھی غلطی کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ اپنی روزمرّہ کی زندگی میں خدا کے بنائے ہوئے اصولوں کا ہاتھ صاف طور پر دیکھتے ہیں اور اس طریقہ سے اپنے خالق خدا کے وجود کے بارہ میں یقین حاصل کرتے ہیں۔

اور تیسرا درجہ حق الیقین کا ہے جس میں ہم اپنے ذاتی تجربہ سے خدا کے بارہ میں یقین حاصل کرتے ہیں۔ یہ ذاتی تجربہ دو چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک ہماری خدا سے کی گئی التجاؤں اور دعاؤں کا قبول ہونا اور دوسرا خدا کا ہم سے ہم کلام ہونا۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں وہ چیزیں پا جائے جو اُس کی تمام صلاحیتوں سے بالا ہیں اور وہ صرف اُس کو خدا سے دعا کے نتیجہ میں ملیں یا اُس سے خدا نے کلام کیا ہو تو اُس کے دل میں خدا کی ہستی کے بارہ میں کیا کوئی شک موجود رہ سکتا ہے۔؟ خدا تعالیٰ کے نبیوں نے ہمیں خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے ذاتی تعلق کو بڑھانے کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔ خدا کی عبادت پر باقاعدہ قائم رہنا اور اپنی زندگی کو تقویٰ کے معیار کے مطابق گزارنا ہمیں خدا کے

ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرواتا ہے۔ہم جانتے ہیں کہ قدرتی اصول ہمیشہ بغیر کسی ردّ و بدل کے ایک مقرر شدہ طریقہ سے اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور اس اصول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔اگر انسان اپنے آپ کو اس اصول پر قائم کرلے یعنی حق پر اور حق کے علاوہ کسی اور چیز پر اپنی زندگی کا دارومدار نہ رکھے اور سچائی کو مکمل طور سے پکڑ لے تو ہمارا دماغ اور لاشعور بھی قدرتی اصولوں سے ہم آہنگی حاصل کرنے لگتا ہے۔اور پھر آہستہ آہستہ ہم خالق قدرت کے ساتھ ہم آہنگی حاصل کرنے لگتے ہیں۔ اس طریقہ سے ہمارے ذہن کو ایک ایسی حالت حاصل ہوتی ہے جس میں وہ خدا کے کلام کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔اور پھر جیسے جیسے اِس حالت میں ترقی ہوتی ہے تو خدا کے ساتھ رابطہ یک طرفہ نہیں رہتا یعنی صرف انسان سے خدا کی طرف رابطہ نہیں ہوتا، بلکہ دوطرفہ ہوجاتا ہے۔یعنی پھر خدا بھی اُس انسان سے کلام کرنے لگتا ہے۔اور ایسے شخص کے ذہن میں خدا کی ہستی کے بارے میں کوئی بھی شک باقی نہیں رہ جاتا، بلکہ وہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے مکمل طور پر پیش کردیتا ہے۔

—— 5 ——

اب ایک اور زاویہ سے اس موضوع پر نظر ڈالتے ہیں۔

نمبر1۔خدائی تعلیم اور روحانی ارتقاء

جب ہم زندگی کے ارتقاء کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو سادہ اور چھوٹی قسم کی زندگی کی اقسام ،ارتقاء کے درجے طے کرتے ہوئے زیادہ پیچیدہ اور بڑی زندگی کی قسموں میں تبدیل ہوئیں تو یہ صرف ایک جسمانی یا حجم کی ترقی نہیں تھی بلکہ یہ اصل میں شعور کے درجوں میں ترقی تھی۔یعنی کم شعور رکھنے والی زندگی کی حالتوں سے بڑھ کر آہستہ آہستہ قدرت کے بارہ میں زیادہ شعور رکھنے والی زندگی کی اقسام پیدا ہوئیں اور اس میں اشرف المخلوقات کی حالت انسان کی ہے۔جب انسان کی تخلیق ہوگئی تو پھر روحانی ارتقاء کا سلسلہ شروع ہوا اور انسان کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی اچھائی برائی کو سمجھ کر یا تو قدرت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارے یا ان کے برخلاف۔یہ انسان کا اختیار ہے کہ وہ ایک خودغرضی کی اور دنیاوی لوازمات کے پسند کی زندگی گزارے یا بھلائی کی۔ اور نہ صرف اپنی بلکہ تمام انسانیت کی بھلائی کی خاطر خدا کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق زندگی گزارے۔ مذہب ہمیں وہ لائحہ عمل دیتا ہے جس میں ہمیں بھلائی اور تقویٰ کی زندگی گزارنے کی تعلیم دی گئی ہے۔اگر ہم اس تعلیم پر ٹھیک طرح سے عمل کریں تو ہماری کوششیں اور ہماری طاقتیں مثبت طرف استعمال ہوتی ہیں اور ہماری خوشی بھی بھلائی اور اچھے کاموں سے منسلک ہوجاتی ہے۔اور اس کے برخلاف کوئی بھی کام ہمیں بدمزہ اور بے کار محسوس ہونے لگتا ہے۔خدا کے نبی تو اس روحانی ارتقاء کے معیار کی بہترین مثال ہیں۔لیکن یہ مثالیں صرف خدا کے نبیوں تک محدود نہیں۔ ہزاروں، لاکھوں انسانوں نے مذہب کی تعلیم سے فائدہ اٹھایا اور اس کی وجہ سے وہ انسانیت اور معاشرے کے لئے بھلائی کا باعث بنے۔

نمبر2۔خدا کے بغیر ایک خلا پیدا ہوتا ہے

انسانی نفسیات کی Self-determination Theory کے مطابق ہمارا دماغ زندگی میں مقاصد کی تلاش کرتا ہے۔(Edward L Deci and Richard M Ryan, The 'What' and 'Why' of Goal Persuits: Human Needs and the Self Determination of Behaviour, Psychological Inquiry, 2000, Vol 11, No 4, 227-286)۔

جب ایک تعمیری مقصد دماغ سے نکل جائے تو پھر کم تر مقاصد اُس کی جگہ پُر کرتے ہیں۔جب روحانی ترقی اور انسانیت کی بھلائی کا مقصد ذہن سے نکل جائے اور خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی کوشش باقی نہ رہے تو پھر زندگی کے کم تر مقاصد اس کی جگہ لیتے ہیں۔مثلاً 'آؤ بھرپور زندگی گزاریں' اور اس سے مراد دنیاوی لغویات کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ یا 'یہ میری زندگی ہے مَیں جو چاہوں کروں' اِس سے مراد خودغرضی کی زندگی ہوتی ہے۔اسی طرح دنیاوی مال و دولت کی طرف رغبت یا طاقت کو حاصل کرنے کی کوششیں چاہے اُس سے دوسروں کے حق بھی مارنے پڑیں وغیرہ۔ اگر انسان اپنے ان ذہنی شیطانوں کو اچھی طرح قابو میں نہ رکھ سکے تو پھر زندگی میں اس طرح کے مقاصد زیادہ جنم لینے لگتے ہیں۔ان ذہنی شیطانوں کو قابو کرنے کے لئے اخلاقی اور روحانی ترقی کی طرف کوشش بہت ضروری ہے اور اسلام ہمیں اسی ضابطہ حیات کی تعلیم دیتا ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں کسی قسم کے ضابطہ کی ضرورت نہیں۔کیونکہ ہم خود ہی اچھائی کا فیصلہ کرسکتے ہیں اور برائی سے بچ سکتے ہیں۔اگر ہم کھلے ذہن سے اس بات پر غور کریں کہ کیا ٹریفک کے قانون اور ضابطہ کے بغیر ایک منظّم اور محفوظ ٹریفک ممکن ہے۔ اگر لوگوں کو انفرادی طور پر حق دیا جائے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہاں رُکنا ہے کہاں نہیں ، کہاں مُڑنا ہے اور کہاں نہیں تو کیا حادثات میں کمی ہوگی یا زیادتی؟اس کا جواب تو صاف واضح ہے کہ ٹریفک کا ضابطہ ایک منظّم ٹریفک کے لئے اور حادثات سے بچاؤ کے لئے بے حد ضروری ہے۔اسی طرح زندگی کو منظّم اور بامقصد طریق سے گزارنے کے لئے بھی ایک ضابطہ حیات بے حد ضروری ہے۔وہ ضابطہ ہماری دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات میں بھی کامیابی کی طرف لے کر جاتا ہے اور ہمیں اپنے خالق خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں اور ہماری روحانی ترقی میں بھی ہماری مدد کرتا ہے۔یہی ضابطہ ہمیں اسلام نے دیا ہے اور یہ ہمارے خالق خدا کی طرف سے دیا گیا مکمل ترین ضابطہ حیات ہے۔

—— 6 ——

رچرڈ ڈاکنز کے وساوس کا ردّ

Richard Dawkins انگلستان کی دہریہ تحریک کے ایک مصنف ہیں جن کا تعلق Oxford University سے ہے۔وہ اپنی کتاب The God Delusion میں دہریہ نقطہ نظر کے حق میں کچھ باتیں لکھتے ہیں۔(Richard Dawkins, The God Delusion, 2006)ان میں سے چار موٹے نکات کا مختصر جواب درج ذیل ہے۔

نمبر1۔مذہب نے انسان کو مشکلیں ہی دی ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ انسانی لالچ، غرور اور طاقت کی ہوس ہمیشہ سے دنیا میں مشکلات کا باعث رہی ہیں۔دنیا کی دو بڑی جنگیں ، جنگ عظیم اوّل اور دوئم بھی مذہبی جنگیں نہیں تھیں بلکہ اسی قسم کی انسانی لالچوں کا نتیجہ تھیں۔ پس رچرڈ ڈاکنز کی اس کتاب کا یہ دعویٰ ناانصافی پر مبنی ہے۔ ہاں یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ اگر مذہبی تعلیم کو بگاڑ کر ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں۔جبکہ خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی اصل تعلیم نے بارہا انسانوں کو اور قوموں کو اِنہیں مشکلات سے نجات دلائی۔اس لئے یہ ضروری ہے کہ انسان خدا کی اصل تعلیم اور تعلیم کی بگڑے ہوئی اقسام میں تمیز کرے اور پھر تاریخ کا مطالعہ کرے۔

نمبر2۔مذہب انسانی دماغ کے اختراع شدہ اصولوں کا مجموعہ ہے

جیسا کہ اوپر والے نقطہ کے جواب میں بیان کیا جا چکا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اپنے مطالعہ میں یہ فرق دیکھ سکے کہ خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی اصل تعلیم کیا ہے اور کہاں کہاں انسان نے اس میں اختراع کیا اور بگاڑ پیدا کیا۔ اگر کھلے ذہن سے مذہبی تعلیم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات صاف ظاہر ہوجائے گی کہ جو تعلیم خدا کی طرف سے آئی ہے وہ انسانی نفسیات اور قدرت کے اصولوں کے عین مطابق ہے اور اس پر عمل کرنے سے معاشرہ ہمیشہ بھلائی کی طرف جاتا ہے۔اس کے برعکس انسانی اختراع شدہ تعلیم کا استعمال سیاسی، خودغرضانہ لالچ اور انفرادی فائدوں کی خاطر کیا جاتا ہے اور اس سے فرد اور قومیں مشکلوں میں پڑتے ہیں۔ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہمارے لئے ایک روشن مثال کی حقیقت رکھتے ہیں اور ہمیں اس فرق کو سمجھنے میں نبیوں کی مثال پر عمل کرنا ضروری ہے۔

نمبر3۔مذہب کا انسانی ترقی سے کوئی تعلق نہیں

تاریخ گواہ ہے کہ انسان کی سماجی ، معاشی ،سیاسی اور سائنسی ترقی چند بنیادی اصولوں پر مبنی ہے۔ مثلاً علم کا حصول، انصاف ،لوگوں کے حقوق کا احترام ،محنت، ایک دوسرے سے نیک دلی، فرمانبرداری، حکومت کی طرف سے شہریوں کے حقوق اور شہریوں کی طرف سے قانون کا احترام وغیرہ۔اور ہم یہ بات بھی صاف جانتے ہیں کہ یہ تمام اصول اسلام کی تعلیم کا بنیادی حصہ ہیں۔ اور دوسرے مذاہب نے بھی کسی حد تک ان اصولوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔اس لئے اگر کبھی انسانی معاشرے نے ترقی کی تو انہی مذہبی قوانین پر چلنے سے ہوئی اور جب بھی قوموں کا زوال ہوا تو انہی قوانین سے ہٹنے کی وجہ سے ہوا۔

نمبر4۔خدا انسان کی سوچ کا ایک نتیجہ ہے

دنیا کے ہر حصہ میں اور تاریخ کے ہر دَور میں انسان میں خدا کے بارہ میں ایک جستجو رہی ہے۔آج بھی دنیا کی بیشتر آبادی کسی نہ کسی مذہب یا کسی طریقہ سے خدا پر ایمان رکھتی ہے۔ یہ سب دلائل اِس کتاب کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرتے ہیں۔تاریخ ہمیں یہ ضرور بتاتی ہے کہ خدا پر ایمان کے اور ایمان سے دُور ہونے کے دَور انسانیت پر آتے رہے ہیں۔ہر نئے آنے والے نبی نے خدا پر ایمان کو نئے طریقہ سے تازہ کیا اور اُس کی وجہ سے معاشرہ میں انصاف پھیلا اور ترقی ہوئی اور پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان اس تعلیم سے دُور ہوتا گیا اور اس میں بگاڑ اور تبدیلیاں پیدا ہوئیں جس کی وجہ سے معاشرہ میں ناانصافی اَور پسماندگی آئی۔ اور اسی طرح سے یہ دَور بار بار آئے اور گئے۔

—— 7 ——

اب آخر میں سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا ہم اُس روسی خلاباز کی مثال کو دیکھیں جو خلا سے واپسی پر یہ کہہ اٹھا کہ اس نے زمین پر بھی اور خلا کی وسعتوں میں بھی خدا کو تلاش کیا اور اس کو نہ پایا(Yuri Gagarin, Russian Cosmonaut, first man in space, after his flight in 1961)۔ یا اُس برطانوی شاعر کی بات کو سنیں جو زمین کے اندر غاروں میں گیا اور باہر آکر اُس نے بھی ایسے ہی اعلان کیا کہ اُس کو زمین کی گہرائیوں میں بھی خدا نہیں ملا۔(Percy Bysshe Shelley, English poet, 1792-1822) اور یا ہم خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں کی طرز زندگی کو دیکھیں جن کی اخلاقیات اتنی خوبصورت تھیں کہ نہ صرف اُن کے اپنے ساتھی بلکہ اُن کے دشمن بھی اس کا اقرار کرتے تھے۔اور جن کے گزرنے کے ہزاروں سال بعد بھی ان کے کروڑہا ماننے والے دنیا میں موجود ہیں۔قرآن ہمیں مکمل آزادی دیتا ہے کہ ہم اپنی عقل سے ان چیزوں کا فیصلہ کریں اور مذہب میں زبردستی کا کوئی دخل نہیں۔(سورۃ البقرہ آیت 257)اس لئے ہم پڑھنے والوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ ایک کھلے ذہن کے ساتھ ان دلائل کو پڑھیں اور سمجھیں اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچیں۔

☆...☆...☆

”ہمیشہ سلسلہ کے کاموں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو“

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یاد رکھو اگر تم میں سے کسی کو سلسلہ کے کسی کام کے لئے مقرر کیا جائے تو اُس کا اُس سے بھاگنا سخت غلطی ہے۔تم سلسلہ کے کام کی سرانجام دہی میں ہرگز کوتاہی نہ کرو بلکہ اُسے اپنی عزت کا موجب سمجھو۔اگر تم سلسلہ کے کاموں کو عزت والا قرار دو گے تو خدا تعالیٰ بھی تمہیں عزت والا بنادے گا۔..... تھوڑے عرصہ میں ہی احمدیت دنیا پر غالب آنے والی ہے اور اس کے آثار خدا تعالیٰ کے فضل سے نظر آرہے ہیں۔ بڑے بڑے لوگوں کی توجہ احمدیت کی طرف ہورہی ہے۔ یہ بڑے بڑے لوگ جس علاقہ سے بھی آئیں گے وہ احمدیت کو زیادہ معزز سمجھیں گے اور احمدیت کی وجہ سے اُنہیں اور عزت حاصل ہوگی لیکن جو لوگ سلسلہ کے کاموں میں شریک ہونے کو ذلّت اور وقت کا ضیاع سمجھیں گے ان کے علاقہ میں عزت دیر سے آئے گی۔اور اگر وہ عزت آگئی تو جن لوگوں نے اپنے وقت میں سلسلہ کی خدمت میں کوتاہی کی ہوگی اُن کی اولادیں اس عزت سے محروم کردی جائیں گی۔پس آئندہ کے لئے احتیاط کرو اور ہمیشہ سلسلہ کے کاموں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو۔تم میں سے کسی کو سلسلہ کے کسی کام کے لئے مقرر کیا جائے تو وہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے بہت بڑے خطاب سے نوازا ہے۔“

(خطابات شوریٰ جلد سوم صفحہ 603۔ایڈیشن اکتوبر 2015ء، مطبوعہ قادیان)

حاصل مطالعہ

اسرائیلی مسلمانوں سے متعلق دلچسپ حقائق مصدقہ اعداد و شمار کی روشنی میں

اسرائیلی فوج میں 1700 عرب سُنی مسلمان شامل ہیں

300 سے زائد ائمہ مساجد اور مؤذن اسرائیلی حکومت کے تنخواہ دار ہیں

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

عموماً اسرائیل کا نام سنتے ہی عوام الناس کے ذہنوں میں ایک ایسے ملک کا تصور ذہن میں آجاتا ہے جو خالصتاً یہودی آبادی پر مشتمل ایک یہودی ملک ہے۔ حالانکہ یہ تصور درست نہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق اسرائیل کی آبادی کا سترہ فیصد حصہ عرب مسلمانوں پر مشتمل ہے جو اسرائیل کے شہری ہیں۔ ان کی تعداد لگ بھگ ڈیڑھ ملین ہے۔ واضح رہے کہ ان میں غزہ کی پٹی، یروشلم یا فلسطینی اتھارٹی کے زیر انتظام علاقوں میں آباد وہ مسلمان شامل نہیں جو خود کو فلسطینی ریاست کے شہری کہتے ہیں۔

ان اسرائیلی عرب شہریوں کی سہولت کے لئے ملک میں اسلامی شرعی عدالتیں قائم ہیں جن میں مسلمان جج تعینات ہیں جن میں اسرائیل کی ایک (اور پہلی) مسلمان خاتون جج بھی شامل ہیں۔ اسرائیلی اسمبلی میں مسلمان ممبران پارلیمنٹ بھی منتخب ہوتے ہیں۔ عبرانی کے علاوہ عربی کو بھی سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ ملک بھر میں چارسو سے زائد مساجد ہیں۔ تقریباً تین سو سے زائد مؤذن اور ائمہ مساجد اسرائیلی حکومت سے ماہوار تنخواہ حاصل کرتے ہیں۔ اسرائیل کے مختلف تعلیمی اداروں میں لگ بھگ چھبیس ہزار مسلمان طلباء و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اسرائیلی عرب مسلمانوں پر روزگار اور کاروبار کے مواقع یہودی النسل اور یہودی العقیدہ شہریوں کی طرح مساوی طور پر دستیاب ہیں۔ ان مسلمان ملازمین کو عیدین، رمضان وغیرہ میں رخصت لینے کی سہولت سرکاری طور پر فراہم کی جاتی ہے۔

اسرائیل کے یہودی شہریوں کے لئے کچھ عرصہ (کم ازکم 32 ماہ) کے لئے دفاعی افواج میں ملازمت کرنا لازمی ہے، جبکہ ملک کے دروز افراد سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ بھی اسرائیلی فوج میں کم ازکم کچھ عرصہ کے لئے ضرور شامل ہوکر قومی فریضہ سرانجام دیں گے۔ بتایا جاتا ہے کہ دروز شیعہ اسلام کا ایک صوفی ''باطنی'' فرقہ ہے جس سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد کل اسرائیلی آبادی کا ایک اعشاریہ ستر فیصد ہے۔ ''فرقہ'' سے زیادہ یہ لوگ ایک قبیلہ کے طور پر زیادہ معروف شناخت رکھتے ہیں۔

یہودی اور دروز آبادی کے برعکس مسلمان اسرائیلی شہریوں پر فوج میں شمولیت لازمی نہیں۔ تاہم ان پر اسرائیلی فوج میں ملازمت پر کوئی پابندی بھی عائد نہیں۔ یہی نہیں بلکہ اگر کوئی مسلمان عرب اسرائیلی فوج میں بھرتی ہونا چاہتا ہے تو اس کی خصوصی طور پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ان کی مدت ملازمت کے کنٹریکٹ میں دیگر فوجیوں کی نسبت چھ ماہ کی چھوٹ دی جاتی ہے۔ مدت ملازمت کے اختتام پر ان کے لئے تعلیمی وظائف جاری کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں۔ اس حوصلہ افزائی کے نتیجے میں اسرائیل کے عرب مسلمانوں میں مسلح افواج میں ملازمت کی خاطر بھرتی کا رجحان گزشتہ چند دہائیوں سے خاصہ مقبول اور عروج پکڑتا نظر آرہا ہے۔

چنانچہ اسرائیلی حکومت کی وزارت برائے امور خارجہ کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق سنہ 2015ء تک اسرائیلی فوج میں بھرتی ہونے والے عربوں کی تعداد ایک ہزار سات سو تک جا پہنچی تھی۔ یہ 1,700 اسرائیلی فوجی سُنی العقیدہ عرب مسلمان ہیں۔

بحوالہ:

mfa.gov.il/MFA/ForeignPolicy/Issues/Pages/Facts-and-Figures-Islam-in-Israel.aspx

شائع کردہ 9/جون سنہ 2016: تاریخ استفادہ از مؤلف: 8/جون سنہ 2018ء)

... ...

اسرائیلی فوج میں شامل ان سینکڑوں مسلمانوں کی اکثریت بدو قبائل سے تعلق رکھتی ہے جو ریگستانوں کے باسی ہیں اور اپنے علاقوں کے جغرافیہ کی تمام تر تفصیلات اور جزئیات سے نہ صرف واقف بلکہ ان میں پیدا ہونے والی شبانہ روز تبدیلیوں اور ان علاقوں میں ہونے والی ہر قسم کی نقل و حرکت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ صحرا میں ہر قسم کا کھوج لگا لینے کی صلاحیت سے بھی مالامال ہوتے ہیں۔ یہ وصف ان میں کتنی ہی صدیوں سے نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آیا ہے اور اسرائیلی فوج ان کے اسی قدرتی وصف اور صلاحیت کو کام میں لاتے ہوئے ان سے ملکی سرحدوں پہ نظر رکھنے اور ان پہ ہونے والی کسی بھی غیر معمولی سرگرمی کی بروقت اطلاع پہنچانے کا کام لیتی ہے۔ باالفاظ دیگر یہ مسلمان اسرائیلی فوجی ریگستانوں کی نگرانی پر مامور ہیں۔

ایک معروف اسرائیلی اخبار ''یروشلم پوسٹ'' کی آن لائن اشاعت مؤرخہ 13/اکتوبر 2016ء کے مطابق اسرائیل کے ان مسلمان فوجیوں کی تعداد سینکڑوں میں ہو جانے کی بنا پر آج سے کوئی تیس سال قبل باقاعدہ طور پر ایک نئی بٹالین کا قیام عمل میں لایا گیا جسے عرف عام میں ''بدوی بٹالین'' کہا جاتا ہے۔ اس کا اصل نام The Desert Reconnaissance Battalion, یعنی ''نگہ دارِ صحرا بٹالین'' ہے۔ اسرائیلی ملٹری اصطلاح میں ''یونٹ 585'' کہلائی جانے والی اس بدوی بٹالین میں اب مسلمانوں کے علاوہ مسیحی اور یہودی کمیشنڈ افسران بھی شامل کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بٹالین اسرائیل کی حقیقی نمائندہ بٹالین کہلائے جانے کی مستحق ہے۔ اخبار کے مطابق مقامی بدوی عرب قبائل کی اکثریت نے اسرائیلی مملکت کے قیام کے ابتدائی ایام خصوصاً سنہ 1948ء میں ہی اس نوزائدہ ملک کے ساتھ الحاق اور وفاداری کا اعلان کر دیا تھا۔

(https://www.jpost.com/Israel-News/Meet-the-IDFs-Beduin-battalion-469972)

... ...

اخبار ڈیلی میل آسٹریلیا نے اسرائیلی فوج میں شامل ان عرب سنی مسلمانوں کے بارہ میں ایک تفصیلی خبر دیتے ہوئے بتایا کہ یہ مسلمان عرب اپنے وطن اسرائیل کی سرحدوں کا دفاع کرنے والے بہادر ترین فوجی ہیں۔ یہ فوجی ملک کی سرحدوں پہ محض مٹر گشت ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی حفاظت کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اسرائیل کے ان مسلمان شہداء جوانوں کی تعداد 363 تک پہنچ چکی ہے۔ اخبار کے مطابق ان مسلمانوں میں بعض جوان ایڈوانس ٹریننگ حاصل کر کے اسرائیلی افواج میں بحیثیت کمشنڈ آرمی آفیسر بھی تعینات ہو چکے ہیں ۔ پچیس سالہ محمد کعبیہ نامی ایک ایسے ہی جوان کے بارہ میں بتایا کہ وہ اسرائیلی فضائیہ کے ہیلی کاپٹر یونٹ میں بحیثیت فائٹر پائلٹ بھرتی ہونے والا پہلا بدو مسلمان عرب ہے۔ وہ حیفہ یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس کا بھی طالبعلم ہے۔ اخبار کے نمائندہ جیک ڈبلیو سائمنز کو انٹرویو دیتے ہوئے اس نے بتایا کہ اسے اپنے بدو، جنگجو، عرب، مسلمان اور اسرائیلی ہونے پہ فخر ہے۔

جب اس سے سوال کیا گیا کہ اس کا اس اعتراض کے بارہ میں کیا تبصرہ ہے کہ اسرائیلی فوج میں شامل ہوکر اسے اپنے (عرب) بھائیوں کے خلاف لڑتے ہوئے شرم یا غیرت محسوس نہیں ہوتی؟ تو اس نے کہا کہ یہ تاثر بالکل غلط ہے۔ ''میں عربوں کے خلاف نہیں بلکہ ہمیشہ ان دہشتگرد تنظیموں کے خلاف لڑا ہوں جو عربوں کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بناتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ عرب کسی قسم کی دہشت گردی کا نشانہ نہ بنیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ان دہشتگردوں کے ہاتھوں عرب مرتے یا زخمی ہوتے رہیں''۔ اس نے مزید کہا کہ ''کچھ لوگ ہمیں غدار کہتے ہیں لیکن اسرائیل ایک ایسا جمہوری ملک ہے جہاں ہر تہذیب اور رنگ کو مساوی حقوق حاصل ہیں تو اصل غدار تو وہ ہوئے جو (ملکی) خدمت بجالانے سے انکار کررہے ہیں''۔

اخبار نے تصدیق کی ہے کہ اسرائیلی افواج میں شامل ان مسلمان عربوں کی تعداد ایک ہزار سات سو ہے۔ (بحوالہ: ڈیلی میل آسٹریلیا۔ آن لائن تاریخ اشاعت 22 دسمبر سنہ 2015۔ تاریخ استفادہ 19/اپریل 2018)

... ...

ایک اور معاصر این بی سی نیوز نے اپنی اشاعت مؤرخہ 26/فروری 2017ء میں اسرائیل کے سرکاری ذرائع کے حوالے سے بتایا کہ اسرائیلی ڈیفنس فورسز میں بھرتی ہونے والے عربوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اخبار کا رپورٹر پال گولڈ مین لکھتا ہے کہ چھ کونوں والا ستارہِ داؤدی (سٹار آف ڈیوڈ) ایک خالص یہودی علامت ہے لیکن اب آپ اسے اسرائیلی فوج میں شامل عرب ملٹری آفیسرز کے سینے پہ سجا بھی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ وہ عرب فوجی ہیں جن پر اسرائیلی فوجی ملازمت فرض نہیں لیکن وہ رضا کارانہ طور پر فوج میں شامل ہوکر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

واضح رہے کہ یہ ان عربوں کی بات ہو رہی ہے جو صحراؤں میں رہنے والے بدو نہیں، وہ تو سینکڑوں کی تعداد میں پہلے سے ہی اسرائیلی فوج کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ ان ''غیر بدو'' عربوں کا ذکر ہے جو اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں۔ چار سال قبل اسرائیلی فوج میں ان کی تعداد دس سے بھی کم تھی لیکن دم تحریر ان کی تعداد درجنوں ہو چکی ہے۔ ان عرب مسلمان فوجیوں نے قرآن کریم پہ ہاتھ رکھ کر حلفِ وفاداری اٹھایا تھا۔ ان میں سے بعض جوانوں نے اخبار کو

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں

پریس ریلیز

پاکستان میں عام انتخابات 2018ء سے جماعت احمدیہ کی طرف سے لاتعلقی کا اعلان

ووٹ بنانے کے لئے احمدیوں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے قطع تعلق کا اعلان کرنا پڑتا ہے جو کہ ایک احمدی سوچ بھی نہیں سکتا اور ایسا اعلان کسی طور پر بھی ممکن نہیں۔ مذہبی تفریق کرتے ہوئے صرف احمدیوں کے لئے الگ ووٹر لسٹ بنیادی انسانی حقوق، حضرت قائداعظم کے فرمودات اور آئین پاکستان اور مخلوط طرز انتخاب کی روح کے سراسر خلاف ہے۔

چناب نگر ربوہ (پ ر) جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان سلیم الدین نے 25 جولائی کو پاکستان میں عام انتخابات سے جماعت احمدیہ کی لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ بظاہر یہ انتخابات مخلوط طرز انتخاب کے مطابق ہو رہے ہیں لیکن مذہبی تفریق کرتے ہوئے صرف احمدیوں کے لئے الگ ووٹر لسٹ بنائی گئی ہے ۔ ووٹ کے اندراج اور ووٹر لسٹوں کی تیاری کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ ووٹ کے اندراج کے لئے جاری کئے گئے ووٹر فارم میں مذہب کا خانہ اور حلفیہ بیان شامل کیا گیا ہے۔ ترجمان نے کہا کہ اس فارم کے ذریعہ ووٹ بنانے کے لئے احمدیوں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے قطع تعلق کا اعلان کرنا پڑتا ہے جو کہ ایک احمدی سوچ بھی نہیں سکتا اور ایسا اعلان کسی طور پر بھی ممکن نہیں۔

نیز انتخابی قوانین کے تحت احمدی رائے دہندگان کی الگ فہرست مرتب کی گئی ہے۔ اس وقت رائے دہندگان کی ایک فہرست میں مسلمان، ہندو، مسیحی، پارسی، سکھ اور دیگر مذاہب کے افراد کے نام شامل ہیں جبکہ صرف احمدیوں کے لئے الگ ووٹر لسٹ بنائی گئی ہے اور اس پر **قادیانی مرد/خواتین** تحریر کیا گیا ہے۔ محض مذہب کی تفریق کی بنا پر امتیازی سلوک روا رکھتے ہوئے الگ فہرست کا اجراء، احمدی پاکستانی شہریوں کو انتخابات سے الگ رکھنے اور ووٹ کے حق سے محروم رکھنے کی ایک ارادی کوشش ہے۔ یہ تفریق اور امتیاز بنیادی انسانی حقوق، حضرت قائداعظم کے فرمودات اور آئین پاکستان اور مخلوط طرز انتخاب کی روح کے سراسر خلاف ہے۔

ترجمان نے کہا کہ ان حالات میں ان انتخابات میں حصہ لینا احمدی اپنے عقیدے اور ایمان کے خلاف سمجھتے ہیں اور اگر ان انتخابات میں بطور احمدی کوئی حصہ لیتا ہے تو وہ کسی صورت میں احمدیوں کا نمائندہ نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی احمدی اسے اپنا نمائندہ تسلیم کریں گے۔

درج بالا صورتحال کے پیش نظر جماعت احمدیہ احتجاجاً انتخابات سے لاتعلقی کا اعلان کرتی ہے۔

☆...☆...☆

مکرم محمد عثمان چینی صاحب (مرحوم)

عرفان احمد خان۔ جرمنی

زندگی کی شاہراہ پر چلتے چلتے مَیں خود اس منزل پر آپہنچا ہوں جہاں انسان سینیئر سٹیزن میں شمار ہونے لگتا ہے۔ لیکن میرے بچپن میں گزرے واقعات مجھے کل کی بات لگتے ہیں کیونکہ میرا بچپن ایک ایسے منفرد شہر میں گزرا

زندہ ہیں جس میں پیار کی یادوں کے سلسلے

اس شہر میں کوئی بھی ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہ تھا۔ پوری آبادی ایک دوسرے کو نام سے جانتی اور پکارتی تھی۔ وہ شہر سکون و محبت کا مسکن تھا۔ نئے آنے والے کو وہ شہر اپنے میں اس طرح سمو لیتا جس طرح لہر دریا کی روانی کا حصہ بن جاتی ہے۔ آج وہ ایک بڑا شہر ہے لیکن میرے بچپن میں وہ ایک بڑا قصبہ تھا۔ جس کے درمیان سے گزرنے والی ریل کی پٹڑی نے شہر کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ مجھے پرائمری سکول جانے کے لئے روزانہ ریل کی یہ پٹڑی عبور کرنا پڑتی۔ ہمجولیوں کے ساتھ سکول سے واپس لوٹتے تو ریل کی پٹڑی عبور کرتے ہی پہلے مکان کے باہر ایک بزرگ نیک محمد غزنوی کرسی پر براجمان ہوتے۔ جن کو جا کر سلام کرنا ہمارا روز کا معمول تھا اور ان کا معمول دعا دینے کے بعد چلتے وقت مٹی نہ اڑانے کی نصیحت کرنا تھا۔ اس سے چند قدم آگے ایک دینی درسگاہ کا ہوسٹل تھا جس کو عرف عام میں کچا جامعہ کہا جاتا۔ اُس دَور میں اہل شہر بجلی کے پنکھے کی سہولت سے نا آشنا تھے۔ موسم کی حدّت کا مقابلہ کرنے کے لئے کمروں کی کھڑکیاں کھلی رکھی جاتیں۔ کھڑکیاں اتنی نیچی کہ بچے کھڑکی میں لگی سلاخوں کے ساتھ کھڑے ہو جاتے اور یوں اہل مکیں کے ساتھ بے تکلف گفتگو کا آغاز ہو جاتا۔ اس ہوسٹل کے مکینوں میں بعض بیرونی ممالک سے آئے ہوئے تھے۔ ان میں عمری عبیدی، عبدالوہاب بن آدم، محمد یوسف، علی، سعید، افریقہ سے۔ یمن سے محمود عبداللہ شبوطی۔ سوڈان سے رضوان عبداللہ۔ ابوبکر اور محی الدین انڈونیشیا، احمد شمشیر سوکیہ ماریشس۔ جرمنی سے خالد ڈطلف۔ اور ایک نوعمر چینی نوجوان محمد عثمان بھی تھا۔ جو بعد کی زندگی میں چینی صاحب کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ روحانی قوس قزح بچوں کے لئے دلچسپی کا سبب تھی۔ خصوصاً عثمان چینی جو بیڈ منٹن کی شٹل کاک کے ساتھ دونوں پاؤں کی ایڑیوں کو حرکت دے کر کرتب دکھایا کرتے۔

اس روحانی قوس قزح کا ایک رنگ رضوان عبداللہ دریائے چناب میں تیراکی کے دوران شہادت کے درجہ کو جا پہنچا۔ بہشتی مقبرہ میں اندرونی چار دیواری کے مغربی پہلو میں موجود ان کی قبر کے پاس سے گزروں تو بصد احترام دل پکار اُٹھتا ہے

جن کی صداقتوں پہ کوئی شک نہ کر سکے
تم بھی کتاب دل کی انہی آیتوں میں ہو

بیرونی ممالک سے آنے والے یہ طلباء حصول علم کے بعد اپنے اپنے ملکوں کو سدھار گئے لیکن عثمان چینی نے گویا دین کی محبت میں وطن بدل لیا تھا۔ 1949ء میں دین سیکھنے کی خواہش لے کر پاکستان آنے والا نوجوان پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ زبان، ثقافت، لباس، خوراک سب کو ہی اپنا لیا۔ البتہ چہرے کی شناخت، مزاج کا دھیما پن اور گفتگو میں شائستگی ان کے چینی ہونے پر دلالت کرتی رہی۔

چینی صاحب کی وفات کی خبر چند منٹوں میں پوری دنیا میں گردش کر کے ایک جہان کو افسردہ کر گئی۔ ان کی عاجزانہ، قناعت پسند، عبادت گزار اور منکسر المزاج زندگی کے لاتعداد واقعات فلم کی صورت میں آنکھوں کے سامنے سے گزرنے لگے۔ خدا نے ان کو طویل فعال زندگی عطا کی۔ زمانہ طالب علمی سے زندگی کی آخری سانس تک اس صابر و شاکر، فرشتہ سیرت وجود کا ہر دور ہم نے دیکھا اور ان کو ہر لحاظ سے ایک مثالی انسان پایا۔ روحانیت کے جس اعلیٰ مقام پر وہ فائز تھے وہ بہت کم انسانوں کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ وہ اس گروہ کا حصہ تھے جس کو امام الزمان نے باذن الٰہی اپنے گرد اس لئے جمع کیا تھا کہ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈال سکے۔

عثمان چینی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حکم کے تحت 1986ء میں لندن منتقل ہو گئے۔ یہاں پر بھی آپ نے اسلامی کتب کے چینی زبان میں ترجمہ کا کام جاری رکھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو چینی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ جس کا پہلا ایڈیشن 1989ء میں اور 2017ء میں دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ آپ کو 36 چھوٹی بڑی اسلامی کتب کا ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ آخری چند سال آپ دو لاٹھیوں کا سہارا لے کر چلتے لیکن ذہن آخری عمر تک پوری طرح فعال اور متحرک رہا۔ جماعت کے سالانہ جلسہ پر ہزاروں لوگ آپ سے بڑی عقیدت سے ملتے۔ آپ کی حیرت انگیز پہچان آپ کا ساتھ دیتی رہی۔ لوگوں کی عثمان چینی صاحب سے عقیدت، ان کے سلسلہ سے اخلاص، محبت، دلی وابستگی، خلیفۂ وقت کامل اطاعت اور حق خدمت کی ادئیگی کی بدولت قدر دانی کے جذبہ کی وجہ سے تھی۔ لوگ جانتے تھے کہ عثمان چینی ان پاک سیرت لوگوں میں سے ہے جن کے لئے ان کے امام نے وہ نور مانگا جس سے انسان، نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ عثمان چینی ایک کامیاب زندگی گزارنے کے بعد اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے ہیں۔ یہ دن ہر ایک پر آنا لازم ہے۔ ان کے سوگواروں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ماہ اگست 2017ء میں ان سے ان کے چاہنے والوں کی ملاقات کا منظر میں کبھی نہ بھول پاؤں گا۔ جلسہ سالانہ کے اگلے روز نماز ظہر کے بعد مسجد فضل اور محمود ہال کے درمیان لوگ ان سے مصافحہ کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی تگ و دو میں تھے۔ ویل چیئر پر بیٹھے عثمان چینی جانتے تھے کہ میں چراغ سحری ہوں۔ ان کے اندر کی کیفیت نفس مطمئنہ سے بھرپور چہرے سے یوں عیاں ہو رہی تھی کہ

میں ہوں وہ عندلیب کہ برسوں بہار میں
رویا کریں گے اہل گلستاں میرے لئے

عثمان چینی صاحب اسلام آباد ٹلفورڈ سرے میں مقیم ہونے کے باعث جلسہ کے ایام میں مومنین کی نگاہوں کا محور ٹھہرتے۔ اس لئے مستقبل کا ہر جلسہ ہمارے دل میں ان کی یاد کو زندہ جاوید کرتا رہے گا۔

خوش قسمت ہیں عثمان چینی صاحب جن کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے حقیقت میں عالم باعمل اور ولی اللہ انسان قرار دیا۔ حضور ایدہ اللہ نے سلسلہ کے اس فدائی کے بارہ میں فرمایا کہ وہ واقفین زندگی، مبلغین بلکہ ہر احمدی کے لئے قابل تقلید نمونہ تھے۔

(خطبہ جمعہ بیت الفتوح لندن 27/اپریل 2018ء)

ہم اپنے اس بزرگ بھائی کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہیں اور یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ ہر واقف زندگی کا سفر آخرت عثمان چینی جیسا ہو۔ آمین

☆…☆…☆

بقیہ: اسرائیل میں احمدی۔۔۔از صفحہ نمبر 4

گے۔

* ’سلطنتیں عروج پاتی ہیں اور ان کا زوال بھی ہوتا ہے۔ ہمیں تاریخ میں اہلِ بابل، مصریوں، یونانیوں، رومیوں، عربوں، اہلِ فارس اور ہسپانیہ کی سلطنتوں کا ذکر ملتا ہے۔ آج کل زیادہ تر ذکر امریکیوں اور روسیوں کا ہو رہا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ہم اقوام کے درمیان ترقی اور تنزّل کے ادوار دیکھیں گے۔ اور یہ گردش ہمیں اسی آفاقی قانون کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ زمین پر اسی کو ثبات ملتا ہے جو خدا کی مخلوق کے لئے نفع بخش ہو۔۔۔۔‘

* ’ہمیں اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ اگر اس تقسیم سے کوئی فائدہ ہوا بھی تو وہ اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے فساد کے مقابلے میں بہت معمولی ہوگا کہ یہ فیصلہ کسی بھی قانونی جواز سے کلیتاً عاری ہے۔۔۔‘

8۔ قیام اسرائیل پر حضرت امام جماعت احمدیہ کی رہنمائی:

14 مئی 1948ء کو اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوا۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ پر دکھے دل کے ساتھ حقیقی مومنانہ جذبات کا اظہار کیا۔ ان بیانات کے برعکس جو عام طور پر ایسے مواقع پر ہمدردی اور مذمّت کے اظہار سے اپنا حلقۂ اثر بڑھانے کے لئے سیاست کار کیا کرتے ہیں۔ آپ کے اس مضمون کا لفظ لفظ دینِ اسلام سے محبت اور اس کی عظمت کیلئے تڑپ، مومنین کی فلاح و بہبود کے لئے امڈتے جذبات، کفار کے حملوں کے خلاف اتحاد کی ضرورت اور موثّر مدافعت کے لئے بہترین، روشن اور قابل عمل رہنمائی سے بھرپور ہے۔ یہ مضمون اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کے عنوان کے تحت روزنامہ الفضل کے 31 مئی 1948ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس مضمون کے چند جملے درج ذیل ہیں۔

* ’سوال فلسطین کا نہیں، سوال مدینہ کا ہے۔ سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکّہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں سوال خود محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکھٹا ہو گیا ہے۔ کیا مسلمان ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکھٹا نہ ہوگا۔ ہمارے لئے یہ سوچنے کا موقع آ گیا ہے کہ کیا ہم کو الگ الگ اور باری باری مرنا چاہیئے یا اکھٹے ہو کر فتح کے لئے کافی جدوجہد کرنی چاہیئے۔

☆ ’ہمیں چاہیئے کہ اپنے عمل سے، اپنی قربانیوں سے، اپنے اتحاد سے، اپنی دعاؤں سے، اپنی گریہ وزاری سے۔۔۔ فلسطین پر دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے زمانہ کو قریب سے قریب تر کر دیں‘۔

9۔ حرفِ آخر :

مندرجہ بالا حقائق صورتحال کی مکمل وضاحت کے ساتھ پورے طور پر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ اسرائیل میں احمدیوں کی موجودگی کے حوالے سے لگائے جانے والے تمام الزامات غلط اور خلاف واقعہ ہیں۔ قرآن کریم نے جھوٹ بولنے سے بار بار منع فرمایا ہے حتیٰ کہ بتوں کی پلیدی اور جھوٹ سے بچنے کا حکم ایک ساتھ دیا ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (حج:31) ترجمہ : پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

اور جھوٹوں پر شیاطین کے اترنے کی خبر دی جیسا کہ فرمایا: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ۔ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۔ (شعراء:222-223) ترجمہ: کیا تمہیں اس کی خبر دوں جس پر شیاطین اترتے ہیں وہ ہر پکّے جھوٹے اور سخت گناہ گار پر بکثرت اترتے ہیں۔

اسی لئے جھوٹ کا کوئی جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ: ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران:62)

ترجمہ: آؤ ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

☆…☆…☆

Morden Motor (UK)
Specialists in
Electrical & Mechanical
Repairs & Diagnostics, Servicing, Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box, Breaks, MOT Failure work, A-C
All Makes & Models
Rear 22-26 Morden Hall Road,
Unit 2 Morden SM4 5JF
Contact: Nusrat Rai@ 07809119621
E: mordenmotor@yahoo.com

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
قائم شدہ 1952ء
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز
میاں حنیف احمد کامران
ربوہ 0092 47 6212515
28 لندن روڈ، مورڈن SM4 5BQ
0044 203 609 4712
0044 740 592 9636

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

بقیہ: جلسہ سالانہ آئرلینڈ 2018ء

..........................از صفحہ نمبر 20

کروائی۔امسال جلسہ کا موضوع ’’ضرورۃ المسیح ‘‘ تھا۔

اگلے دن جلسہ کا باقاعدہ افتتاح پرچم کشائی کی تقریب سے ہوا جو کہ نو بج کر پچاس منٹ پر ہوئی۔ ہوٹل کے بیرونی حصہ میں اس تقریب کا اہتمام کیا گیا۔مرکزی نمائندہ مکرم مولانا عزیز بلال احمد صاحب نے لوائے احمدیت لہرایا جبکہ مکرم نیشنل صدر صاحب نے آئرلینڈ کے جھنڈے کو بلند کیا۔ان پرچموں کے چاروں اطراف آئرلینڈ کے چار صوبوں کے جھنڈے بھی نصب کئے گئے تھے۔

پہلے اجلاس کی صدارت مرکزی نمائندہ مکرم مولانا عزیز بلال صاحب نے کی ۔ اس اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا جو کہ مکرم رضوان احمد صاحب نے کی۔ بعد ازاں مکرم کامران زاہد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی نظم ’’اے خدا اے کار و ساز و عیب پوش و کردگار‘‘ کے چند مصرعے خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے۔

بعد ازاں مکرم ابراہیم احمد نونن صاحب مشنری انچارج نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ کے موقع پر خصوصی پیغام انگریزی میں پڑھ کر سنایا۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر خاکسار (ربیب مرزا۔ریجنل مبلغ) کی تھی جس کا عنوان **’’عصرِ حاضر کی کشتی نوح‘‘** تھا اور انگریزی زبان میں تھی۔ دوسری تقریر جو اردو زبان میں کی گئی مکرم ڈاکٹر مشہود احمد صاحب (صدر مجلس انصار اللہ) کی تھی جس کا موضوع تھا **’’اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معاشرتی برائیوں کا سدِّ باب‘‘**۔اس اجلاس کی تیسری اور آخری تقریر مکرم ڈاکٹر سید حسن احمد صاحب (صدر مجلس خدام الاحمدیہ) کی تھی جس کا عنوان تھا **’’قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی‘‘** اور انگریزی زبان میں تھی۔اس اجلاس کے بعد چائے کے لئے وقفہ ہوا۔

امسال ہمارے جلسہ میں چار خصوصی مہمان تشریف لائے جن میں مکرمہ Cllr. Emma Murphy، مکرمہ Ruth Coppinger) TD Dublin West) اور مکرم Sgt. David McInerney شامل تھے۔ہوٹل کی Main Entrance پر تمام مہمانوں کا باقاعدہ استقبال کیا گیا، جس کے بعد ان کو نمائش والے حصہ میں لے جایا گیا۔ جماعت نے ہوٹل کی lobby میں اس نمائش کا انتظام کیا جس میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم ، مختلف زبانوں میں جماعتی کتب رکھی گئی تھیں اور مختلف مضامین پر مشتمل pull-up banners بھی آویزاں تھے۔

جلسہ کے دوسرے اجلاس کا آغاز بارہ بجے ہوا۔ خاکسار نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔مکرم فواد نونن صاحب نے سورۃ المائدہ کی چند ابتدائی آیات کی تلاوت کی اور بعد میں ان کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا۔ بعد ازاں مکرم نیشنل صدر جماعت آئرلینڈ ڈاکٹر محمد انور ملک صاحب نے اپنے استقبالیہ ایڈریس میں تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ سالانہ کا مختصر تعارف بھی پیش کیا۔ بعدہٗ مکرم ڈاکٹر حامد احمد صاحب (نیشنل سیکرٹری تبلیغ) نے ایک پریزینٹیشن دی جس میں انہوں نے جماعت کا تعارف اور جماعت کی خدمتِ انسانیت کے لئے کوششوں کے متعلق معلومات دیں۔ آخر پر ایک ڈاکومینٹری TheCaliph's Story بھی دکھائی گئی۔

بعد ازاں معزز مہمانوں نے بھی حاضرین سے ایڈریس کیا۔سب سے پہلے مکرمہ Cllr. Emma Murphy نے جو کہ میئر صاحب کی نمائندگی کر رہی تھیں، اپنے ایڈریس میں جلسہ میں مدعو کئے جانے پر جماعت کا شکریہ ادا کیا۔آپ نے جماعت کی خدمات انسانیت کو سراہا اور نوجوانوں کو رضاکارانہ طور پر مختلف ڈیوٹیوں پر دیکھ کر خوشی کا اظہار بھی کیا۔

مکرمہ Ruth Coppinger نے جو Dublin West کے علاقہ میں ایک سیاسی ورکر ہیں بھی حاضرین کو ایڈریس کیا۔

Sgt. David McInerney نے بھی جو Garda Headquarters کی نمائندگی میں تشریف لائے۔ اپنے ایڈریس میں جماعت کا شکریہ ادا کیا اور جماعت کی خدمات کو سراہا۔

آخر پر مرکزی نمائندہ مکرم مولانا عزیز بلال صاحب نے تمام مہمانوں کی جلسہ میں شمولیت کا اور ان کے جماعت کے متعلق نیک اور ہمدردانہ جذبات پر شکریہ ادا کیا۔آپ نے انہیں جلسہ سالانہ یُوکے پر آنے کی دعوت بھی دی اور اس خاص جلسہ کی انفرادیت کے بارے میں بھی چند باتیں کیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں اسلام کے دو بنیادی پہلوؤں حقوق اللہ اور حقوق العباد پر بھی بات کی ۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اسلام کے خلاف اعتراضات کی تردید فرمائی۔آخر پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب Pathway to Peace کا عمومی تعارف بھی پیش فرمایا۔تمام مہمانوں کو یہ کتاب تحفۃً بھی دی گئی۔ اس اجلاس کے آخر پر مکرم مولانا عزیز بلال صاحب نے دعا کروائی جس کے بعد تمام مہمانوں کے ساتھ ایک گروپ فوٹو ہوا۔

دونوں مہمان خواتین نے لجنہ کی جلسہ گاہ کا وزٹ بھی کیا۔اس کے بعد ظہرانہ اور نمازوں کیلئے وقفہ ہوا۔نمازوں سے پہلے لجنہ نے اپنا علیحدہ اجلاس کیا جو تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا۔

آخری اجلاس مکرم مولانا عزیز بلال احمد صاحب کی زیر صدارت چار بج کر پندرہ منٹ پر تلاوتِ قرآن سے شروع ہوا جو کہ مکرم شہزاد احمد ملک صاحب (نیشنل جنرل سیکرٹری) نے کی۔ بعدہٗ مکرم ناصر علی عثمان صاحب (نیشنل سیکرٹری سمعی بصری) نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے کلام میں سے ’’بہار آئی ہے دل وقفِ یار کر دیکھو...‘‘ کی نظم کے چند اشعار خوش الحانی سے پیش کئے۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر انگریزی زبان میں مکرم ابراہیم نونن صاحب مشنری انچارج کی تھی جس کا عنوان تھا **’’مذاہبِ عالم میں مسیح کا تصوّر اور حضرت مسیح موعودؑ کا مقام و مرتبہ‘‘**۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر انور ملک صاحب نیشنل صدر جماعت احمدیہ آئرلینڈ نے بھی انگریزی زبان میں تقریر کی جس کا موضوع تھا **’’امامِ وقت کے خطبات کی اہمیت‘‘**۔آپ نے اپنی تقریر کے اختتام پر سیدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ کے موقع پر خصوصی پیغام کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنایا۔

اختتامی خطاب سے پہلے مکرم مولانا عزیز بلال احمد صاحب نے تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کو سندات اور انعامات سے نوازا۔ اسی طرح لجنہ نے بھی اپنے علیحدہ اجلاس میں اس تقریب کا اہتمام کیا۔

بعد ازاں مکرم عزیز بلال احمد صاحب مرکزی نمائندہ نے اختتامی تقریر کی۔ آپ نے دونوں زبانوں اردو اور انگریزی میں خطاب کیا۔ اردو والے حصہ میں آپ نے صحابۂ رسول ﷺ کے ایمان وافروز واقعات پیش کئے اور کہا کہ اگر اس رتبہ کو حاصل کرنا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کے مشن سے محبت اور خلافتِ احمدیہ کی اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہوں گے ۔نیز آپ نے تبلیغ کرنے کے متعلق نصیحت فرمائی۔آپ نے پھر انگریزی میں نوجوانوں کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ انہیں خلافت سے گہری وابستگی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔نیز یہ کہ انہیں اپنی تعلیم کی طرف مکمل توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اپنے وقت کو ضائع کرنے سے بچانا چاہیئے۔آخر پر آپ نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تازہ ارشاد کی یاددہانی کرواتے ہوئے احباب جماعت کو کشتی نوح پڑھنے کی تلقین فرمائی۔اس کے بعد آپ نے اختتامی دعا کروائی اور اس طرح ہمارا یہ جلسہ بے شمار برکات کو سمیٹتے ہوئے اختتام پذیر ہوا۔

الحمدللہ جلسہ کی کل حاضری 353 تھی جن میں 182 مرد، 165 خواتین اور 6 مہمان شامل تھے۔گزشتہ سال کی حاضری 314 تھی۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کی برکات سے تمام شاملین کو وافر حصّہ عطا فرمائے اور جماعت احمدیہ آئرلینڈ کو دن دگنی رات چوگنی ترقیات عطا فرمائے۔آمین۔

☆...☆...☆

شہر در شہر اُگ رہے ہیں عتاب

شہر در شہر اُگ رہے ہیں عتاب
آگ برسا رہے ہیں اہلِ کتاب

اہلِ ظلمت ہی کر رہے ہیں سوال
اہلِ ظلمت ہی دے رہے ہیں جواب

عہدِ نو کا نظامِ نو لے کر
آسماں سے اتر رہے ہیں شہاب

جس کا پیغام بس محبت ہو
ہے کوئی ایسی بھی تمہاری کتاب؟

نشأۃ ثانیہ کے شوق میں تم
نشأۃ اُولیٰ کر رہے ہو خراب

خواب جو سو برس پرانا ہے
اس کی تعبیر ہیں یہ سارے عذاب

ایک ربوہ کہ ہے چناب نگر
باقی تو ہر طرف ہے آگ جناب

(طاہر احمد بھٹی۔جرمنی)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

....

محترم عبدالرشید رازی صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 11 جولائی 2012ء میں مکرم عبدالقدیر رازی صاحب کے قلم سے اُن کے والد محترم عبدالرشید رازی صاحب سابق مبلغ سلسلہ سلسلہ غانا، تنزانیہ، فجی، آئیوری کوسٹ کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

محترم عبدالرشید رازی صاحب 30 ستمبر 2008ء بمطابق 29 رمضان المبارک کو 76 سال کی عمر میں وفات پاگئے اور مسجد بیت الہدیٰ سڈنی کے عقب میں واقع مقبرہ موصیان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ یکم مئی 1932ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مقامی سکول میں ٹیچر تھے لیکن اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے قادیان بھجواتے تھے۔ چنانچہ محترم رازی صاحب کو بھی پرائمری کی تعلیم کے بعد قادیان بھجوادیا گیا۔ آپ نے آٹھویں جماعت کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات سے متأثر ہو کر اپنے والد کو خط لکھا کہ مَیں زندگی وقف کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے آکر مدرسہ احمدیہ میں داخل کروادیں۔ اس طرح آپ مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور 1952ء میں جامعۃالمبشرین سے شاہد کرنے کے بعد میدان عمل میں آگئے۔ 1957ء میں آپ کو غانا بھجوایا گیا جہاں آپ کو بعض افریقی ممالک کے سربراہان کو احمدیت کا پیغام پہنچانے کا موقع بھی ملا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ غانا کے صدر ڈاکٹر Nakrumah صاحب نے افریقہ کے آزاد ممالک کے صدر صاحبان اور وزراء کی ایک میٹنگ اکرا (Accra) میں بلائی جس کے اختتام پر مکرم رازی صاحب کو ایئرپورٹ کے مخصوص حصہ میں جاکر سربراہانِ مملکت کو احمدیت کا پیغام اور لٹریچر پہنچانے کا موقع مل گیا۔ اس میں مصر کے صدر جمال عبدالناصر اور اُن کے وزیر خارجہ، نیز ایتھوپیا کے بادشاہ اور دیگر رہنما شامل تھے۔ غانا میں 1959ء میں آپ کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق بھی ملی۔

اگست 1965ء میں آپ کو تنزانیہ بھجوایا گیا جہاں 7 سال تک خدمت کی توفیق پائی۔ یہاں ٹبورا ریجن میں سماجی خدمات کے اعتراف میں حکومت تنزانیہ کی طرف سے آپ تین سال کے لئے ’جسٹس فار پیس‘ مقرر رہے۔

1974ء سے 1977ء تک آپ فجی میں متعیّن رہے۔ وہاں کے مقامی احباب سے آپ کا بہت پیار کا تعلق تھا۔ چنانچہ جب دسمبر 2007ء میں آپ آسٹریلیا تشریف لے گئے تو اگلے سال کے جلسہ سالانہ آسٹریلیا کے موقع پر بہت سے فجین آپ کو خاص طور پر ملے جو آپ کے فجی میں قیام کے وقت چھوٹے بچے تھے لیکن آپ کی شخصیت کا اثر اُن کے ذہنوں میں موجود تھا۔

محترم رازی صاحب کو آئیوری کوسٹ میں بھی خدمت کی توفیق بھی ملی۔ پہلی دفعہ اکتوبر 1981ء میں آپ کو ابتدائی طور پر 3 ماہ کا آئیوری کوسٹ کا ویزا ملا۔ دو دفعہ آپ کو قریبی ملکوں میں جاکر ویزا لینا پڑا اور پھر محض خدا کے فضل اور حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ کی دعاؤں سے ایک سال کا ویزا ملنا شروع ہوگیا اور جب 1992ء میں آپ واپس ربوہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کے پاس آئیوری کوسٹ کا مستقل سکونت کا ویزا تھا۔ آپ کو ایک عرصہ تک وکالتِ تبشیر ربوہ میں اور کچھ سال دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بھی کام کرنے کی توفیق ملی۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ خلافت سے آپ کا تعلق بڑا عقیدت کا تھا۔ آپ کا خدا تعالیٰ پر اور دعا پر بڑا غیرمتزلزل یقین تھا۔ عموماً رات کو جلدی سو کر صبح بہت جلدی اٹھ جاتے۔ اکثر فجر کی نماز سے پہلے تلاوت کرتے۔ آپ انتہائی رحمدل اور شفیق باپ تھے۔ انتہائی سادہ مزاج تھے۔ زبانیں سیکھنے کا شوق تھا۔ پہلے غانا میں انگلش سیکھی پھر تنزانیہ میں سواحیلی اور پھر آئیوری کوسٹ میں آپ نے فرنچ سیکھی۔ آسٹریلیا آکر بھی انگریزی سیکھنے کی کلاس میں داخلہ لے لیا۔

...❁...❁...❁...

مکرم مقبول احمد ظفر صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 30 جولائی 2012ء کی ایک خبر کے مطابق مکرم مقبول احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ ابن مکرم ماسٹر منظور احمد صاحب مرحوم سابق کاتب روزنامہ الفضل ربوہ 25 جولائی 2012ء کو بعمر 39 سال فضل عمر ہسپتال ربوہ میں وفات پاگئے۔ آپ معدہ اور آنتوں کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

آپ کے خاندان میں احمدیت کا آغاز آپ کے پڑدادا محترم مولوی عمر دین صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے بذریعہ خط حضرت خلیفۃالمسیح الاولؓ کی بیعت کی تھی۔ مرحوم 10 فروری 1973ء کو آبائی گاؤں کوٹ محمد یار ضلع چنیوٹ میں پیدا ہوئے۔ 1990ء میں ربوہ میں میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور 1997ء میں میدان عمل میں قدم رکھا۔ آپ ذہین وفہیم طلباء میں شمار ہوتے تھے۔ دینی تعلیم کے ساتھ بی۔اے تک تعلیم بھی حاصل کی۔ تخصص عربی کے دوران ہی جامعہ احمدیہ میں تدریس کا موقع بھی ملا۔ ایک سال نظارت اشاعت میں کام کیا اور پھر دوبارہ جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن میں بطور استاد خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کو عربی پڑھنے اور پڑھانے میں مہارت حاصل تھی۔ 2007ء میں عربی میں مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آپ کو شام بھجوایا گیا۔ جہاں سے حصول علم کے بعد فروری 2010ء کو واپس پاکستان آگئے اور تاوقت وفات نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ میں خدمت سلسلہ کی توفیق پاتے رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب ’التبلیغ‘ اور ’استفتاء‘ کی باترجمہ اشاعت کے موقع پر بنائی جانے والی کمیٹی میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں اپنے حلقہ کے زعیم خدام الاحمدیہ اور نائب مہتمم اصلاح و ارشاد خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے طور پر بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ نیز خدمت انسانیت کی غرض سے بطور ہومیو ڈاکٹر کلینک مسجد صادق دارالعلوم غربی میں 1997ء سے 2005ء تک خدمات بجالاتے رہے۔

مرحوم خوش اخلاق، خوش مزاج اور ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے، نرم دل، نرم گفتار اور مخلوق خدا کے ہمدرد تھے۔ مریضوں کے ساتھ بہت محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کے گھر پر بھی دوائی لینے والے مریضوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ مگر آپ ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ مریضوں کی بےلوث خدمت کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ مرحوم نے بڑی وفا کے ساتھ اپنے وقف کو نبھایا۔ بڑے علم دوست انسان تھے۔ آپ کو مطالعہ کتب اور مضامین لکھنے کا بہت شوق تھا۔ روزنامہ الفضل میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ آپ کے مضامین تحقیق سے پُر اور مکمل حوالہ جات کے ساتھ ہوتے تھے جس کا پڑھنے والے کو بہت فائدہ ہوتا۔ مرحوم متقی، پرہیزگار، نمازوں کے پابند اور تہجدگزار تھے۔

آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 2 بیٹے اور 4 بیٹیاں ہیں۔ دیگر لواحقین میں بوڑھی والدہ، ایک بھائی مکرم معروف احمد صاحب استاد ناصر سیکنڈری سکول ربوہ اور پانچ بہنیں شامل ہیں۔ 27 جولائی 2012ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کا ذکرخیر کیا، دینی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

...❁...❁...❁...

مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 25 جولائی 2012ء میں مکرم انور احمد مبشر صاحب کے قلم سے اُن کے دادا مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب کا مختصر ذکرخیر شائع ہوا ہے۔

مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب آف مَرل (ضلع سیالکوٹ) 1870ء میں پیدا ہوئے۔ 1930ء میں بیعت کی اور پھر نظام وصیت میں بھی شامل ہوگئے۔

مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب ایک ہمدرد، متوکّل اور خوش مزاج انسان تھے۔ گاؤں میں اکیلے احمدی تھے اور وہاں سے پیدل جلسہ سالانہ قادیان کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب آپ نے قریبی دیہات میں تبلیغ شروع کی تو مخالفت بھی شروع ہوگئی۔ کئی بار مار پیٹ بھی ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ کا پانی بھی بند کردیا گیا۔ آپ ذرا دُور سے پانی لانے لگے تو وہاں کا پانی بھی گندا کردیا گیا۔ تاہم آپ نے تبلیغ جاری رکھی۔ گاؤں کی مسجد میں داخلہ بند ہوا تو گاؤں کے قریب جگہ خرید کر ایک چبوترہ بنادیا اور وہاں نمازوں کی ادائیگی شروع کردی۔ یہ جگہ بعد میں ’’بابا کی مسجد‘‘ کے نام سے مشہور ہوئی۔ آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں جماعت قائم ہوگئی اور 1953ء کے فسادات میں آپ نے نہایت جرأت کے ساتھ نواحمدیوں کو حوصلہ میں رکھا۔ اِس وقت مَرل میں احمدیوں کے 18 گھر ہیں۔

8 رمئی 1958ء کو آپ نے سیالکوٹ میں وفات پائی۔ امانتاً وہاں دفن کئے گئے۔ قریباً چھ ماہ بعد جب جسد خاکی کو ربوہ لے جانے کے لئے نکالا گیا تو مخالفین نے اصرار کیا کہ باباجی کا چہرہ دکھاؤ، سُنا ہے احمدیوں کے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔ مجبوراً جب چہرہ سے کفن ہٹایا گیا تو ایک چمک سی پیدا ہوئی اور دیکھا گیا تو آپ کا چہرہ ایسے تھا جیسے ابھی سوئے ہوں۔ پھر جسد خاکی ربوہ لایا گیا اور تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

...❁...❁...❁...

مکرم رانا اقبال الدین صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 13 رستمبر 2012ء میں مکرمہ ح۔ شاہدہ صاحبہ نے اپنے واقف زندگی بھائی مکرم رانا اقبال الدین صاحب کا ذکرخیر کیا ہے۔

مکرم رانا اقبال الدین صاحب 22 راگست 1947ء کو قادیان میں مکرم صوبیدار سراج الدین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء کا تعلق امرتسر کے گاؤں اجنالہ سے ہے۔ حضرت میاں مہر دین صاحبؓ آپ کے دادا تھے جن کی اہلیہ بھی صحابیہ تھیں۔ 1907ء میں آپ کے نانا جان حضرت مولوی خیر دین صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی اور پھر 1908ء میں قادیان میں آبسے۔

مکرم اقبال الدین صاحب نے ابتدائی تعلیم ضلع گوجرانوالہ اور ضلع نوابشاہ میں حاصل کی۔ پھر بچوں کی تربیت کی غرض سے آپ کے والدین 1959ء میں ربوہ آگئے اور یہیں آپ نے میٹرک کیا۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ نہ ملا تو ستمبر 1965ء میں فوج میں چلے گئے وہاں سے پاکستان ایئرفورس میں چلے گئے اور 13 سال تک بطور فزیکل انسٹرکٹر اور مَیس انچارج رہے۔ 1971ء کی جنگ میں بھی شامل ہوئے۔ زیادہ عرصہ کوہاٹ اور رسالپور میں گزارا۔ انتہائی فرض شناس اور دیانتدار تھے۔ 1978ء میں مذہبی مخالفت اور محکمانہ ترقی نہ ملنے کی وجہ سے استعفیٰ دے کر ربوہ آگئے اور حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ کے ایک خطبہ سے متأثر ہوکر زندگی وقف کردی۔ کچھ عرصہ دارالقضاء میں خدمت کا موقع ملا۔ اس کے بعد دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں 14 سال بطور اکاؤنٹنٹ اور پھر دفتر آڈٹ میں بطور نائب آڈیٹر خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران روزنامہ الفضل میں 10 سال آڈٹ بھی کرتے رہے۔ دفتری امور کے سلسلہ میں کراچی، لاہور، اسلام آباد کے کثرت سے سفر کئے اور نہایت دیانتداری، خلوص اور رازداری سے اہم کام سرانجام دیتے رہے۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں بھی ایک کثیر رقم کا حساب نہایت محنت اور دیانتداری سے کرنے کی توفیق پاتے رہے۔ حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ کے آخری سفر میں بھی اسلام آباد میں حضورؒ کی وفات تک مقیم رہے۔ 1991ء کے تاریخی جلسہ سالانہ قادیان میں عملہ پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ قادیان گئے اور حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کے استقبال کی تیاری کی سعادت ملی اور حضورؒ سے بہت پیار بھی ملا۔

2007ء میں جلسہ سالانہ لندن میں بطور نمائندہ صدرانجمن احمدیہ شامل ہونے کی توفیق پائی اور حضور انور ایدہ اللہ کی شفقت سے حصہ پایا۔ بعدازاں کچھ عرصہ ربوہ میں کپڑے کا کاروبار کرتے رہے۔ 31 مئی 2012ء کی صبح قبل از نماز فجر وفات پائی۔ پسماندگان میں آپ نے تین بہنوں اور دو بھائیوں کے علاوہ دو بیٹیاں بھی چھوڑی ہیں۔ آپ کی دو نواسیاں اور ایک نواسہ ہے جو تینوں وقف نَو کی تحریک میں شامل ہیں۔

...❁...❁...❁...

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 8 رستمبر 2012ء میں مکرم منور احمد کنڈے صاحب کی ایک غزل شامل اشاعت ہے۔ اس غزل میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

رہ میں خُلدِ بریں آ جائے
کاش وہ آج یہیں آ جائے
جھلملاتے ہیں ستارے کب سے
اب تو وہ ماہِ جبیں آ جائے
بے سبب دل کو دُکھانے والو
زلزلہ پھر نہ کہیں آ جائے
شعر کہنے کا ہو مقصد پورا
اس کو گر میرا یقیں آ جائے
منتظر سب ہیں منوّر گھر میں
لَوٹ کر اب تو مکیں آجائے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
July 27, 2018 – August 02, 2018

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Friday July 27, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:55	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 19.
01:30	Huzoor's Reception In Kerala
02:25	In His Own Words
03:00	Spanish Service
03:15	Ashab-e-Ahmad
04:00	Shotter Shondhane
06:00	Tilawat: Surah Al-Ambiyaa', verses 89-104.
06:10	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 20.
07:00	Islamic Jurisprudence
07:35	Husn-e-Biyan
08:05	Pakistan National Assembly 1974
08:55	Huzoor's Tour Of India 2008
10:10	In His Own Words
10:45	The Concept Of Bai'at
10:55	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:30	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
12:00	Live Friday Sermon
13:00	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
13:30	Tilawat [R]
13:45	Noor-e-Mustafwi
14:00	MTA Travel
14:30	Shotter Shondhane
15:35	Pakistan National Assembly 1974 [R]
16:30	Friday Sermon [R]
17:40	Noor-e-Mustafwi [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat: Surah Aale-Imraan, verses 93-121.
18:30	Islamic Jurisprudence [R]
19:05	The Concept Of Bai'at [R]
19:15	Huzoor's Tour Of India 2008 [R]
20:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
21:05	In His Own Words [R]
21:35	Friday Sermon: Recorded on July 27, 2018.
22:50	Noor-e-Mustafwi [R]
23:05	Pakistan National Assembly 1974 [R]

Saturday July 28, 2018

00:00	World News
00:30	Tilawat
00:45	Masjid Aqsa Qadian
01:00	Yassarnal Qur'an
01:20	Huzoor's Tour Of India 2008
02:35	In His Own Words
03:05	Islamic Jurisprudence
03:40	Dars-e-Hadith
04:00	Friday Sermon
05:15	The Concept Of Bai'at
05:25	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:40	Al-Tarteel: Lesson no. 39.
07:05	Aao Urdu Seekhain
07:30	Islam Ahmadiyya In America
08:00	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on July 27, 2018.
10:10	In His Own Words
10:40	Dua-e-Mustaja'ab
11:00	Indonesian Service
12:10	Tilawat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
13:35	The True Concept Of Khilafat
14:00	Live Shotter Shondhane
16:15	Live Rah-e-Huda
17:45	The Life Of Hazrat Khalifatul-Masih V (may Allah be his Helper)
18:00	World News
18:20	Tilawat: Surah Aale-Imraan, verses 122-153.
18:35	Aao Urdu Seekhain [R]
19:00	Islam Ahmadiyya In America [R]
19:30	Dua-e-Mustaja'ab [R]
19:55	Convocation Jamia Ahmadiyya Germany 2015
21:10	International Jama'at News
22:00	Safar-e-Hajj
22:30	Friday Sermon [R]
23:35	Dua-e-Mustaja'ab

Sunday July 29, 2018

00:00	World News
00:25	Tilawat
00:40	The Concept Of Bai'at
01:00	Al-Tarteel
01:30	In His Own Words
02:00	Aao Urdu Seekhain
02:20	Islam Ahmadiyya In America
02:50	Friday Sermon
03:55	Shotter Shondhane
06:00	Tilawat
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:35	Yassarnal Qur'an
07:00	Rah-e-Huda: Recorded on July 28, 2018.
08:35	Roots To Branches
09:05	Huzoor's Mulaqat With Students
10:30	In His Own Words
11:00	Khazain-ul-Mahdi
11:25	Indonesian Service
12:25	Tilawat [R]
12:40	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on July 27, 2018.
14:10	Shotter Shondhane
15:10	Huzoor's Mulaqat With Students [R]
16:50	Seekers Of Treasure
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
17:55	World News
18:15	Tilawat
18:30	Story Time
19:00	Islamic Jurisprudence
19:35	Islami Mahino Ka Ta'aruf
20:05	Huzoor's Mulaqat With Students [R]
21:30	In His Own Words
22:00	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	Roots To Branches

Monday July 30, 2018

00:10	World News
00:30	Tilawat
00:45	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00	Yassarnal Qur'an
01:20	Huzoor's Mulaqat With Students
02:45	In His Own Words
03:15	An Introduction To Ahmadiyyat
04:05	Friday Sermon
05:15	An Introduction To Waqf-e-Jadid
05:30	Roots To Branches
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 39.
07:00	Rencontre Avec Les Francophones
07:50	Pakistan National Assembly 1974
09:00	Huzoor's Tour Of India 2008
09:45	In His Own Words
10:20	Swahili Service
11:00	Friday Sermon: Recorded on February 16, 2018.
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on August 24, 2012.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Huzoor's Tour Of India 2008 [R]
15:55	In His Own Words [R]
16:30	International Jama'at News
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Swedish Service
19:00	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)
19:20	InfoMate
20:00	Huzoor's Tour Of India 2008 [R]
20:45	In His Own Words [R]
21:20	Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
22:00	Aao Urdu Seekhain
22:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:20	Seerat Hazrat Masih Ma'ood (as) [R]
23:40	Masjid Aqsa Qadian

Tuesday July 31, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
01:00	Al-Tarteel
01:30	Huzoor's Tour Of India 2008
02:20	In His Own Words
03:00	International Jama'at News
03:50	The Life Of Hazrat Khalifatul-Masih I (ra)
04:00	Rencontre Avec Les Francophones
04:50	Aao Urdu Seekhain
05:30	InfoMate
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Malfoozat
06:30	Yassarnal Qur'an
07:00	Liqa Ma'al Arab: Session no. 130.
08:00	Story Time
08:30	Attractions Of Australia
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam
09:55	In His Own Words
10:30	Manasik-e-Hajj
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on July 27, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam [R]
16:10	In His Own Words
16:50	Islamic Jurisprudence
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:35	Rah-e-Huda: Recorded on July 28, 2018.
20:10	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam [R]
21:10	In His Own Words [R]
21:45	Maidane Amal Ki Kahani
22:30	Liqa Ma'al Arab [R]
23:35	Attractions Of Australia [R]

Wednesday August 01, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:50	Dars-e-Malfoozat
01:00	Yassarnal Qur'an
01:25	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam
02:25	In His Own Words
03:00	Manasik-e-Hajj
03:30	Islamic Jurisprudence
04:05	Liqa Ma'al Arab
05:10	Servants Of Allah
06:00	Tilawat
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 39.
07:00	Question And Answer Session
08:15	Kuch Yaadein Kuch Baatein
09:00	Lajna Imaillah UK Ijtema 2015
09:50	In His Own Words
10:25	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on July 27, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Lajna Imaillah UK Ijtema 2015 [R]
16:00	In His Own Words [R]
16:40	One Minute Challenge
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:35	French Service
19:25	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
20:00	Lajna Imaillah UK Ijtema 2015 [R]
20:55	In His Own Words [R]
21:30	One Minute Challenge [R]
22:05	Importance Of Higher Education
22:30	Question And Answer Session [R]
23:40	Kuch Yaadein Kuch Baatein

Thursday August 02, 2018

00:05	World News
00:25	Tilawat
00:40	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00	Al-Tarteel
01:30	Lajna Imaillah UK Ijtema 2015
02:30	In His Own Words
03:15	Kuch Yaadein Kuch Baatein
03:40	Importance Of Higher Education
04:00	Question And Answer Session
05:30	One Minute Challenge
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Malfoozat
06:25	Yassarnal Qur'an
06:45	Tarjamatul Qur'an Class
07:55	Islamic Jurisprudence
08:30	Life Of The Holy Prophet Muhammad (saw)
08:50	Huzoor's Tour Of India 2008
09:50	In His Own Words
10:25	Qur'an Sab Se Acha
11:00	Japanese Service
11:15	Pushto Muzakarah
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
12:45	Friday Sermon: Recorded on July 27, 2018.
14:00	Live Jalsa Preparations 2018
16:05	Persian Service
16:30	Friday Sermon [R]
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Ashab-e-Ahmad
19:00	Islam Ahmadiyya In America
19:30	Marhum-e-Isa
20:05	Friday Sermon [R]
21:05	In His Own Words
21:40	Qur'an Sab Se Acha [R]
22:15	Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:25	Discover Alaska

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 25 | Friday 27 July 2018 | Issue No. 30

جماعت احمدیہ آئرلینڈ کے 17ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ کے موقع پر خصوصی پیغام

مختلف موضوعات پر ٹھوس علمی تقاریر۔مرکزی نمائندہ کی جلسہ میں شرکت

رپورٹ: ربیب مرزا۔ریجنل مبلغ آئرلینڈ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ آئرلینڈ کو اپنا 17واں جلسہ سالانہ مورخہ یکم جولائی 2018ء بروز اتوار منعقد کرنے کی توفیق ملی۔جلسہ سالانہ کا انعقاد Glen Royal Hotel میں ہوا جو صوبہ Maynooth میں واقع ہے۔

جلسہ سالانہ کی تیاریوں کا آغاز تین ماہ قبل ہو چکا تھا۔ مکرم ڈاکٹر محمد انور ملک صاحب نیشنل صدر جماعت نے حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں مرکزی نمائندہ اور جلسہ کے لئے پیغام بھجوانے کی درخواست کی۔حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت مکرم عزیز بلال احمد صاحب مربیّ سلسلہ (عملہ دفتر وکالت تبشیر لندن) کا نام منظور فرمایا اور جلسہ کے لئے خصوصی پیغام بھی بھجوایا جو کہ جلسہ کے دوران انگریزی اور اردو میں پڑھ کر سنایا گیا۔اصل پیغام انگریزی زبان میں تھا۔ذیل میں اپنی ذمہ داری پر اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔

پیغام حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

’’پیارے ممبرانِ جماعت احمدیہ آئرلینڈ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنا جلسہ سالانہ مورخہ یکم جولائی 2018ء کو منعقد کر رہے ہیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس جلسہ کو کامیاب و کامران فرمائے اور تمام شاملین کو اس منفرد دینی اجتماع میں شرکت کے نتیجہ میں روحانی فوائد اور لامتناہی برکات سے فیضیاب کرے۔

آج کل دنیا کی حالت ایسی بن گئی ہے کہ انسانیت کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجّہ ہونے کی اشد ضرورت ہے، جو ہمارا خالق ہے، اور نیز یہ بھی کہ اس دنیا کے تمام باشندے ایک دوسرے کے ساتھ امن و آشتی کے ماحول میں رہیں۔ ایک دوسرے کی عزت و توقیر کریں۔ اور عالمی اخوّت کی رُو کے ساتھ حقوق العباد کے لئے کوشاں رہیں۔

اپنی بعثت کی ابتدا سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دو عظیم الشان بنیادی اغراض کو پیش فرمایا جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔اوّل تو آپ کو اس لئے بھیجا گیا کہ تا انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک تعلق قائم ہو۔آپ کا مدعا یہی تھا کہ انسان کو اپنے خالق کے متعلق آگاہی بخشی جائے جو کہ تمام جہانوں کا رب ہے اور تمام قدرتوں کا مالک ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تمام زندگی ہمیں اس امر کی طرف یاد دہانی کرواتے رہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کی ضرورت ہے جو کہ قدیر ہے۔آپ اس لئے تشریف لائے کہ تا دنیا کے باشندوں کو اس بات سے روشناس فرمائیں کہ دنیا کی تمام طاقتیں اور قوتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کے مقابل پر ہیچ ہیں۔

دوسری غرض جس کی وجہ سے بانیٔ جماعت احمدیہ کو بھیجا گیا یہ تھی کہ تا انسان کو حقوق العباد کے متعلق اطلاع ملے۔یہ ایسا امر ہے جس کی آپ نے زندگی بھر تاکید فرمائی۔

حقیقت میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس بات کی عمدہ پیرایہ میں تعلیم دی کہ اگر ایک انسان اپنے ساتھی کے حقوق کا پاس کرتا ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ انسانی اقدار کے قیام کی صورت پر منتج ہوگا۔ جب انسانی اقدار کو قائم کیا جاتا ہے تو پھر انسان خود بخود اپنے ساتھی پر ظلم کرنے سے رک جائے گا۔پس آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات ہی ہیں جو امن اور معاشرتی سکون کے حصول کے لئے بنیادی ذریعہ ہیں۔

ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے الٰہی نظام کے ذریعہ جماعت پر اپنا انعام فرمایا ہے۔اس لئے آپ کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جماعتی ترقی اور عالمی امن کے حصول کی بنیاد خلافت سے وابستہ ہے۔لہٰذا میں آئرلینڈ کے تمام افرادِ جماعت کو اس امر کی طرف بلاتا ہوں کہ ہمیشہ اخلاص اور وفا کے ساتھ خلافتِ احمدیہ سے وابستہ رہیں۔

ہماری عالمگیر جماعت کے افراد کے لئے یہ بہت اہم بات ہے کہ جن ملکوں میں وہ بستے ہیں ان کے قوانین کے پابند ہوں اور مثالی شہری بننے کے لئے کوشاں رہیں۔ اور نیز یہ بھی کہ وہ اپنے ملک کی فلاح و بہبودی کے لئے، احسن طریق پر اپنے ہم وطنوں کے ساتھ INTEGRATE ہوں اور تعاون کریں۔یہ اس لئے ہونا چاہئے کیونکہ یہ ہمارے آقا آنحضرت ﷺ کی ایک بنیادی تعلیم ہے کہ وطن کی محبت ایمان کا بنیادی جزو ہے۔اس لئے آئرلینڈ کی جماعت کے افراد کو یاد رکھنا چاہئے کہ اپنی قوم کے لئے غیرت اور اخلاص کا اظہار کرنا آپ کی جانب سے اپنے ہم وطنوں کے لئے امن اور سکون کے استحکام کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

مَیں تبلیغ کے متعلق آپ کو اپنے فرائض کے متعلق یاد دہانی کروانا چاہتا ہوں جو کہ ہر احمدی کے لئے ضروری ہیں۔آپ کو اسلام کے خلاف غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے نئے راستے تلاش کرنے چاہئیں اور آئرش قوم میں اس پُرامن پیغام کو پھیلانے کے لئے مسلسل جد و جہد کرنی چاہئے۔

مَیں آپ کو یہ بھی تاکید کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ ایم ٹی اے دیکھیں اور خصوصاً میرے خطبات کو بغور سنتے رہیں اور ان کو سمجھنے اور میری ہدایات اور نصائح پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔اس سے نہ صرف آپ کے ایمان میں مضبوطی پیدا ہوگی بلکہ اس سے آپ کی خلافت سے وابستگی اور تعلق میں بھی مزید اضافہ ہوگا۔مزید برآں، آپ کو باقاعدگی سے اور باجماعت نمازیں ادا کرنی چاہئیں اور اللہ تعالیٰ سے قرب والا تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے اس جلسہ کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور آپ سب کو تقویٰ اور روحانیت میں ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی زندگیوں میں زُہد میں، نیکی میں اور اپنی قوم کی اور دنیا بھر کی مزید خدمت کرنے میں ایک حقیقی انقلاب پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس‘‘

جلسہ سالانہ کے جملہ امور کی انجام دہی کے لئے افسر جلسہ سالانہ، افسر جلسہ گاہ اور افسر خدمتِ خلق کے ساتھ 18 نظامتیں اور 25 معاونین نے انتظامات میں خدمت کی سعادت پائی۔ اسی طرح مستورات کے جلسہ گاہ میں منتظمہ اعلیٰ کے ساتھ 7 ناظمات اور 35 معاونات نے جلسہ کے روز خدمت کرنے کی سعادت پائی۔

جلسہ سے ایک دن قبل مردانہ اور زنانہ جلسہ گاہ کو تیار کیا گیا۔شام کو مرکزی نمائندہ مکرم عزیز بلال صاحب نے جلسہ کے انتظامات کا معائنہ کیا اور بعد میں تمام ناظمین سے فرداً فرداً ملے۔بعد ازاں انہوں نے تمام موجود کارکنان کو چند نصائح بھی فرمائیں اور اختتام پر دعا

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں